فاستبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

مارچ ۱۹۶۴ء

ایڈیٹر

رفیق احمد ثاقب

چندہ سالانہ ۵ روپے

فی پرچہ ۵۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

(دارالتحریر)

مدیر: رفیق احمد ثاقب ☆ نائب: لطف الرحمٰن محمود

جلد ۱۰	امان ۱۳۴۳ ہش	مارچ سنہ ۱۹۶۴ء	شمارہ ۵

ترتیب

(سید عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

ادارِیہ

نہایت مبارک دَور

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ۱۴؍ مارچ ۱۹۶۴ء خلافتِ ثانیہ کے قیام پر پچاس برس پورے ہو رہے ہیں۔ اِس موقع پر ہم مخلصینِ جماعت کی اِس دلی تمنّا اور دُعا میں شامل ہوتے ہیں کہ ہمارا حیّ و قیّوم اور قادر و عزیز خدا صحت و سلامتی کے ساتھ ہمارے محبوب امام کے ظلِّ ہمایونی کو ہمارے سروں پر تا دیر سلامت رکھے۔ اور یہ غریب الٰہی جماعت اِس مقدس آسمانی وجود کے زیرِ سایہ فتح و ظفر کے پھریرے اُڑاتی ہوئی خدا تعالیٰ کی توحید اور رسُولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے پرچم مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے سعید دلوں میں گاڑتی چلی جائے ——— خدا کرے اِس محبوبِ خدا کے انفاسِ قدسیہ کے اثر سے اُس ذوق و شوق سے یہ جماعت شیطانی اور طاغوتی طاقتوں کو پامال کرتی رہے جو صحابہ کرام کا طرۂ امتیاز تھا۔ ؏

ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

یہ "پچاس سال" اسلام و احمدیت کی تاریخ کے اہم ترین سال ہیں۔ اسلام کا آنے والا عادل مؤرخ اِس زرّیں دَور اور اس کے آئندہ ظاہر ہونے والے دُور رس اثرات کو ہرگز نظر انداز نہیں کر سکے گا

ہمارا ایمان ہے اور ہمارے دلوں میں یہ یقین میخ کی طرح دھنسا ہُوا ہے کہ اسلام دُنیا میں پھیل کر رہے گا اور اسلام کے عالمگیر غلبہ کے دن نزدیک ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کے مقابل پر ہمارے دل اسلام کے روشن مستقبل کے بارے میں پُر یقین ہیں۔ اسلام پھیلے گا اور ضرور پھیلے گا مگر انہی کے ہاتھ سے جو اس کے تابناک مستقبل کے متعلق پُر یقین ہیں۔ اب اسلام مسیح موعود علیہ السلام کے نام لیواؤں کے ہاتھ سے پھیلے گا۔ اب یہ دستارِ فضیلت اِس غریب الٰہی جماعت کے سر کو متفخر کرے گی۔ ؏

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

کیونکہ اِس روحانی انقلاب کی بناء اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے غلام حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے قادیان میں ڈالی ہے۔ اُس کی مشیّت نے اسلام کی سربلندی کو اب حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت سے وابستہ کر دیا ہے۔ جماعت پر طلوع ہونے والا ہر دن اِس انقلاب کے لئے سازگار حالات پیدا کر جاتا ہے ——— سُنّتِ الٰہی کے مطابق اِس الٰہی جماعت پر بھی ابتلا آئے اور آئیں گے ——— حوادث کی آندھیاں چلیں اور چلیں گی ——— مگر ہمارا آسمانی باپ اُن سب کو دُور کرتا رہا اور کرتا رہیگا!! ؏

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما

اِس روحانی انقلاب کی ایک اہم کڑی "مصلح موعود" کا وجود ہے جس کی آمد کی بشارت خود اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مندرجہ ذیل الفاظ میں دی :-

"مَیں تجھے رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا ـــــ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظهر الاوّل والآخر۔ مظهر الحقّ والعلاء كأنّ الله نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت ہی مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

ہم میں سے ہر ایک اِس کلامِ الٰہی کے پُورا ہونے کا گواہ ہے ـــــ ۱۹۱۴ء میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کی قیادت اسی فرزندِ موعود کے سپرد کی۔ اُس وقت سے لیکر جماعت نے ہر لحاظ سے ترقی کی۔ اس کا قدم ہر میدان میں آگے ہی بڑھا۔ اِس پچاس سالہ دَور کی ترقیات کا جائزہ ایک ضخیم کتاب کا مقتضی ہے تاہم نہایت اختصار کے ساتھ یہ چند اشارات تحدیثِ نعمت کے طور پر پیش ہیں :-

تنظیمی اور تربیتی ترقی

جماعتِ احمدیہ تنظیمی لحاظ سے ایک نہایت ہی منظم جماعت ہے۔ صدر انجمن احمدیہ، تحریکِ جدید، وقفِ جدید، تینوں انجمنیں اپنے اپنے دائرہ کار میں جِد و جہد و عمل میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ وغیرہ تنظیمیں ہیں جو جماعت کے مختلف طبقوں کی تربیت و اصلاح کے لئے جامع منصوبوں پر عملدرآمد کر رہی ہیں۔ سارے تنظیمی اور تربیتی ڈھانچے حضور ایدہ اللہ کے فکر اور خصوصی توجہ کا نتیجہ ہیں!

مالی ترقی

۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ کی مرکزی تنظیم کی آمد و خرچ کا بجٹ دو لاکھ کے قریب تھا۔ خلافتِ ثانیہ کے آغاز کے وقت خزانے میں نہایت ہی قلیل رقم تھی لیکن حضور ایدہ اللہ کی سکیموں اور تحریکوں میں اللہ تعالیٰ نے خارق عادت برکت ڈالی۔ آج ہماری تینوں انجمنوں اور ذیلی تنظیموں کا سالانہ بجٹ مجموعی طور پر نصف کروڑ روپے کے لگ بھگ ہوتا ہے اور لاکھوں روپے کی جائیدادیں اس وقت جماعت کی ملکیت میں ہیں۔

تبلیغی ترقی

اس پچاس سالہ دَور میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی قیادت میں جماعت کو تبلیغی لحاظ سے بھی نمایاں ترقی عطا فرمائی اس وقت یورپ، امریکہ، افریقہ، مشرقِ وسطیٰ، اور دیگر مختلف جزائر وغیرہ میں جماعت احمدیہ کے بیسیوں مشن

قائم ہیں۔ دو ڈھائی صد مساجد ہیں مشن ہاؤسز اور ان کی لائبریریاں اس کے علاوہ ہیں۔ اس سب ترقی کے نتیجہ میں بفضلہ تعالیٰ آج ہم فخر سے اپنا سر اونچا کر کے کہہ سکتے ہیں کہ "جماعت احمدیہ پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا" !!

پریس کی مضبوطی

اس پچاس سالہ دور میں جماعت کا پریس بھی مضبوط ہوا۔ "الفضل" کے علاوہ مرکز سے اور دیگر مقامات سے متعدد جرائد و رسائل شائع ہوتے رہے۔ اس وقت بھی قادیان دارالامان سے شائع ہونے والے اخبارات کے علاوہ ربوہ کی چھوٹی سی بستی سے آٹھ دس پرچے شائع ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جماعت کے مشنوں کے زیر اہتمام پندرہ بیس اخبارات و جرائد دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہو رہے ہیں۔

نیا مرکز

سنہ ۱۹۴۷ء کی ہجرت کے روح فرسا سانحہ نے جماعت کو دائمی مرکز قادیان دارالامان سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اور بستانِ احمدؑ کے طیور بکھر گئے۔ مگر عین انہی مایوس کن حالات میں حضرت اقدس نے جماعت کے نئے مرکز "ربوہ" کی بنیاد رکھی جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا ابدی خادم اور قادیان کا ظل ہے! ـــــ جو اب ایک ترقی یافتہ شہر کا روپ تیزی سے دھار رہا ہے ـــــ جو آج روئے زمین پر اسلام کی تبلیغ و تجدید کا مرکز بنا ہوا ہے! اِس نئے مرکز کا قیام حضور کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے!

اسلامی لٹریچر کی اشاعت

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق الہام الٰہی میں بشارت دی گئی کہ آپ کے وجود سے "کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوگا" ـــــ اس میں قرآن مجید کے معارف اور آسمانی علوم اور اسلام کے فضائل کی وسیع اشاعت کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی "تفسیر کبیر" ایک زبردست شاہکار ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی بیسیوں تصانیف ہیں۔ کئی درجن تقاریر کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں جن میں "سیر روحانی" کی متعدد جلدیں معارف و حقائق کا گنجینہ ہیں۔ اِن روح پرور اور ایمان افروز تصانیف کے علاوہ آپ کی ہدایات اور نگرانی کے تحت کوئی درجن بھر مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم ہوئے ہیں اور اسلامی لٹریچر کثرت سے شائع ہوا ہے۔ بیرونی ممالک میں متعدد مقامات پر جماعتی ادارے نشر و اشاعت کا کام کر رہے ہیں۔ ربوہ میں "الشرکۃ الاسلامیہ" اور "اورئنٹیل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی" یہ مقدس فریضہ سر انجام دے رہی ہے۔

فتن کا انسداد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک اور کارنامہ ان فتنوں کا انسداد ہے جو وقتاً فوقتاً داخلی اور خارجی شر پسندوں اور معاندوں کی طرف سے اٹھائے جاتے رہے مگر خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے سہارے حضور ایک چوکس، بیدار مغز، باریک بین اور دور اندیش لیڈر کی طرح جماعت کی کشتی کو ہر بار بھنور سے نکال لائے اور جماعت کے لئے درحقیقت ایک ڈھال اور تعویذ ثابت ہوئے۔

مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ

مندرجہ بالا چند اشارات کا اگرچہ اسلام کے مفادات سے عمومی تعلق ہے مگر خصوصی تعلق جماعت احمدیہ ہی سے ہے۔ حضرت سیدنا محمود کا وجود عام مسلمانوں کے لئے بھی مفید اور بابرکت رہا ہے اور آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے ہمیشہ مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے جدوجہد جاری رکھی ہے شدھی کی تحریک کے دور میں آپ کی زیر نگرانی جماعت احمدیہ کی کوششوں سے فتنہ ارتداد ملکانہ کا انسداد ہوا اور لاکھوں مسلمان مرتد

ہونے سے بچ گئے اور ایک کثیر تعداد کو دوبارہ ہدایت نصیب ہوئی۔ اسی طرح کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی حقوق کے لئے حضور اور آپ کی جماعت نے "کشمیر کمیٹی" کے زیر اہتمام عظیم الشان ملی خدمات سرانجام دیں۔ پھر ہندوستان میں مختلف مواقع پر حضور نے مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے مسلمان سیاستدانوں کو مفید اور کارآمد مشورے دیئے۔ کئی پمفلٹ اور رسائل لکھے اور اپنے خداداد سیاسی، سماجی اور اقتصادی شعور سے ان کی ہمیشہ رہنمائی فرماتے رہے۔ اسی طرح قیام پاکستان کے بعد لاہور میں لاء کالج ہال اور دیگر مقامات پر سیاستدانوں اور تعلیم یافتہ شخصیات کے اجتماعات میں آپ نے "استحکام پاکستان" کے تعلق میں نہایت گراں قدر تجاویز اور مشورے پیش کئے۔

غرض حضور ایدہ اللہ کی خدمات اور کارہائے نمایاں کا باب اتنا وسیع ہے کہ اس کے احاطہ کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ مندرجہ بالا چند اشارات تو صرف بطور نمونہ ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند ماہ تک ہم "خالد" کے ایک خاص ضخیم نمبر میں خلافتِ ثانیہ کے اس پچاس سالہ دور کے متعلق کسی قدر تفصیلی تاثرات پیش کرنے کا شرف حاصل کر سکیں گے۔ علمائے کرام اور دیگر اہلِ قلم حضرات سے ہم توقع کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں ہماری اعانت فرمائیں گے۔ شعراء حضرات سے بھی اس کارِ خاص کے لئے صلائے عام ہے۔ حضرت اقدس سے خدام کی والہانہ محبت کے پیشِ نظر کچھ صفحات اس نمبر میں خصوصیت سے اُن کے جذبات کے لئے وقف کئے جائیں گے۔ "مجھے حضرت محمودؓ سے کیوں محبت ہے؟" کے عنوان سے خدام ان صفحات کے لئے اپنے مختصر اور مؤثر تاثرات خالد کو بھجوا کر مشکور فرمائیں۔ نیز اس نمبر کے بارے میں اپنے مفید مشوروں اور گراں قدر آراء سے بھی مستفیض فرمائیں!!

آئیے اب ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولیں۔ کیا ہم نے اپنے مقام کو سمجھ لیا ہے —

ہم وابستگانِ خلافت ہیں! خلافت بھی علیٰ منہاج النبوت!! یہ ایک بہت بڑا شرف ہے مگر ساتھ ہی ایک بارِ گراں بھی ہے جو پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر سکتا ہے۔!! کبھی آپ نے تنہائی میں خالی الذہن ہو کر یہ بھی سوچا ہے کہ ہمارا منصب کیا ہے اور ہمارا آقا جس برق رفتاری کے ساتھ ہمیں پرواز کے پر لگا کر اڑانا چاہتا ہے وہ دم خم ہم میں موجود ہے یا نہیں؟

(لطف الرحمن)

معارف القرآن

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۴۶)

ترجمہ:- اور کسی جی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے سوا مر سکے۔ (اس نے) ایک مقررہ میعاد والا فیصلہ (کیا ہوا ہے) اور جو شخص دنیا کے بدلہ کا طالب ہو ہم اُسے اُس میں سے دیں گے اور جو شخص آخرت کا بدلہ چاہے اُسے اُس میں سے دیں گے۔ اور شکر گزاروں کو ہم ضرور بدلہ دیں گے۔

تشریح:- مذکورہ آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی شخص خواہ کیسے ہی حالات ہو جائیں بجز اذنِ الٰہی کے مر نہیں سکتا۔ اسلئے خطرناک حالات سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہو سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ موت جب بھی آئے اذنِ الٰہی کے بعد ہی آسکتی ہے۔ اگر موت کا وقت ایسا اٹل سمجھا جائے جو کسی بھی صورت میں اِدھر اُدھر نہ ہو سکتا ہو تو بیماری میں دُعا و علاج کے کوئی معنے ہی نہیں رہتے۔

پھر یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو دُنیا کے لئے تگ و دَو کرے گا اُسے دنیوی نعماء میں سے کچھ مل جائیں گی اور جو آخرت کے لئے کوشش کرے گا اُسے اُخروی نعماء میں سے کچھ مل جائیں گی۔ یہ دنیا دار العمل ہے دار الجزاء نہیں ہے۔ اسلئے اعمال کا کسی قدر بدلہ تو بے شک اس جہان میں بھی مل جاتا ہے مگر مکمل بدلہ اس جہان میں نہیں ملتا۔.....

.....پس جن لوگوں کے اعمال دنیا کے لئے ہوں گے اُن کو دُنیا میں تو پُورا ثواب اسلئے نہیں ملے گا کہ دُنیا دار الجزاء ہے ہی نہیں۔ اور آخرت میں اُن کے لئے کوئی حصہ اسلئے نہیں ہو گا کہ اُن کے اعمال صرف دُنیا کے لئے تھے بیشک ایسے لوگوں نے دنیا میں بُرے عمل نہ کئے ہوں، بندوں کے حق نہ مارے ہوں، اچھے شہریوں کی طرح زندگی بسر کی ہو مگر چونکہ انہوں نے آخرت کے لئے کوئی زادِ جمع نہ کی ہو گی وہ آخرت کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ اور ایسے لوگوں کے لئے یہ آخرت کی نعماء سے محروم رہنا ہی عذاب ہو گا کیونکہ اُخروی راحتوں کا میسر نہ ہونا بذاتِ خود ایک عذاب ہے۔ اُسی طرح جس طرح روشنی کا عدم تاریکی ہے۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

دکھاوے کی نیکی کا بدلہ

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شہرت کے واسطے کوئی نیک عمل کرتا ہے خدا تعالیٰ اُس کے عیب قیامت کے دن مشہور کرے گا اور جو عمل وہ لوگوں کے دکھانے کے واسطے کریگا تو وہ اس کی سزا اسی رنگ میں پائے گا۔ (بخاری و مسلم)

تین قسم کے جنتی

حضرت عیاض بن حمارؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جنّت میں تین طرح کے لوگ ہوں گے۔ **ایک** تو ایسا حاکم جسے طاقت دی گئی مگر وہ عدل و انصاف پر کار بند رہا۔ دوسرا وہ شخص جو اپنے ہر قرابتی اور ہر مسلمان کے لئے مہربان اور نرم دل ہو۔ تیسرا پاکدامن۔ پرہیزگار، عیالدار بندہ۔ (مسلم)

حکّام کی اطاعت

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر حکم کا سُننا اور صدق دل سے اس کو بجالانا واجب ہے خواہ یہ حکم اس کو پسند ہو یا ناپسند۔ہاں اگر معصیت اور گناہ کا حکم ہے تو پھر اطاعت واجب نہیں۔ (بخاری و مسلم)

بہترین امام

حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت رکھو اور وہ تم سے محبت رکھیں۔ تم اُن کے لئے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے۔ اور تمہارے بُرے امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں۔ تم اُن پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ کیا اُن سے لڑائی نہ کریں؟ فرمایا نہیں، جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں بالکل نہیں۔ جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں تم ان کے حق میں دعا کرو۔ (مسلم)

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کردو

یاد رکھو یہ خسارہ کا نہیں بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے

"انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی ہے اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دیدی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو انکو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کیلئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔ یاد رکھو کہ یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔ کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر انکو اطلاع ملتی۔ جو خدا کے لئے اسکے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اس للّٰہی وقف کا اجر اُن کا رب دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے۔

مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ جبکہ ہر ایک انسان بالطبع راحت اور آسائش چاہتا ہے اور ہموم و غموم اور کرب و افکار سے خواستگار نجات ہے پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس کو ایک مجرّب نسخہ اس مرض کا پیش کیا جاوے تو اس پر توجہ ہی نہ کرے۔ کیا للّٰہی وقف کا نسخہ ۱۳۰۰ برس سے مجرّب ثابت نہیں ہوا؟ کیا صحابہ کرامؓ اسی وقف کی وجہ سے حیاتِ طیبہ کے وارث اور ابدی زندگی کے مستحق نہیں ٹھہرے؟ پھر اب کونسی وجہ ہے کہ اس نسخہ کی تاثیر سے فائدہ اٹھانے میں دریغ کیا جاوے!"

(الحکم ۱۳ر اگست ۱۹۰۶ء)

فلاح اور کامیابی کی راہ

منظوم کلام سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(منقول از اخبار الحکم مورخہ ۷ جنوری ۱۹۱۲ء)

آرزو ہے گر فلاح و کامیابی کی تمہیں
اس شہِ خوباں پہ کر دو بے تامّل جاں نثار

اپنی مرضی چھوڑ دو تم، اس کی مرضی کے لئے
جو ارادہ وہ کرے، تم بھی کرو وہ اختیار

پاک ہو جاؤ کہ وہ شاہِ جہاں بھی پاک ہے
جو کہ ہو ناپاک دل اُس سے نہیں کرتا وہ پیار

چھوڑ دو رنج و عداوت، ترک کر دو بغض و کیں
پیار و اُلفت کو کرو تم جان و دل سے اختیار

چھوڑ دو غیبت کی عادت بھی، کہ یہ اک زہر ہے
روحِ انسانی کو ڈس جاتی ہے یہ مانندِ مار

کبر کی عادت بھلاؤ انکساری سیکھ لو
جہل کی عادت کو چھوڑو، علم کر لو اختیار

اس کے حکموں کو نہ ٹالو، ایک دم کے واسطے
مال و دولت جان و دل، ہر شے کرو اس پر نثار

ساری دنیا میں کرو تم مشتہر اس کی کتاب
تاکہ ہوں بیدار وہ بندے جو ہیں غفلت شعار

دونوں ہاتھوں سے پکڑ لو دامنِ تقویٰ کو تم
ایک ساعت میں کرا دیتا ہے یہ دیدارِ یار

"جب سے اِس در کے ہم فقیر ہوئے"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا پُر معارف کلام

مالِ دل دے دیا فقیر ہوئے
اس فقیری میں ہم اسیر ہوئے

جب سے دیکھا ہے رُوئے یارِ ازل
بُت مری آنکھ میں حقیر ہوئے

اِن نگاہوں نے کر دیا گھائل
جگر و دل کے پار تیر ہوئے

زاہدو تم سے دل ملے کیونکر
تم ہو آزاد، ہم اسیر ہوئے

دل غنی ہے متاعِ دُنیا سے
جب سے اِس در کے ہم فقیر ہوئے

آؤ بُلبل کہ مل کے نالہ کریں
ہو گیا عرصہ ہم صفیر ہوئے

دل میں کیا جانے کیا خیال آیا
آج نغمہ سرا بشیر ہوئے

(سنہ ۱۹۲۰ء)

بسلسلۂ اسباق شعبۂ تعلیم خدام الاحمدیہ مرکزیہ

نزولِ قرآن مجید

نوٹ :- شعبۂ تعلیم خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے عام دینی معلومات کو وسعت دینے کی غرض سے ایک سلسلۂ اسباق تجویز کیا ہے۔ اِس سلسلہ کا پہلا سبق پیش ہے۔ آئندہ شمارہ میں ایک مختصر نوٹ تدوینِ حدیث کے متعلق شائع ہوگا۔ انشاء اللہ۔ (ادارہ)

قرآن کریم خدا تعالیٰ کا پاک کلام ہے جو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوُا اور روح القدس یا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے توسط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر نازل ہوُا۔ یہ مبارک کلام رمضان کے بابرکت مہینے میں نازل ہونا شروع ہوُا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (۲/۱۸۶)

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوُا اور تمام قرآن ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوُا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تئیس (۲۳) سال کے عرصہ میں نازل ہوُا۔ جتنا حصہ نازل ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے صحابہؓ کو حفظ کروا دیتے اور کاتبینِ وحی سے اسے لکھوا کر محفوظ کر لیتے۔

قرآن کریم کی موجودہ ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی قائم کردہ ہے اور آپؐ نے یہ ترتیب وحی الٰہی کی ہدایت کے ماتحت کی۔

سب سے پہلے سورۃ العلق کی یہ آیات نازل ہوئیں :-

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب جامع صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابتدائے نزول کی کیفیت اِس طرح روایت کی ہے :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ پہلے آپؐ کو نیند میں رؤیاء صادقہ نظر آنے لگے۔ جو خواب حضورؐ دیکھتے وہ روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا۔ اس کے بعد حضورؐ تنہائی میں غارِ حرا میں جا کر خدا تعالیٰ کی عبادت بجا لانے لگے اور اپنے ساتھ اپنا زادِ راہ بھی لے جاتے۔ جب ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے اور پھر توشہ لے جاتے۔ حتیٰ کہ اِسی غارِ حرا میں

ایک دن حقیقت آپ پر منکشف ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھ، میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے زور سے پکڑ کر دبایا۔ یہاں تک کہ میں بے حال ہو گیا اور پھر فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور تین مرتبہ کہا پڑھ۔ اور جب میں برابر عذر کرتا رہا تو آخر اس نے کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ —— مَا لَمْ یَعْلَمْ تک۔ میں نے ان آیات کو دوہرایا۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ خوف زدہ حضرت خدیجہ رض کے پاس تشریف لائے اور فرمایا زملونی۔ زملونی یعنی مجھ کو کپڑا اوڑھا دو۔ مجھ کو کپڑا اوڑھا دو۔"

قرآن کریم کا ٹکڑے ٹکڑے کر کے اترنا اپنے اندر بڑی حکمتیں رکھتا ہے۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جب ایک چیز تھوڑی تھوڑی اور بتدریج آتی رہتی ہے تو طبیعتیں آسانی سے اسے قبول کر لیتی ہیں چنانچہ قرآن کریم ایک ایک دو دو آیات کر کے اترتا گیا اور لوگ اسے تسلیم کرتے گئے۔ اور ساتھ ساتھ ان کے لئے اس کا حفظ کرنا بھی آسان ہو گیا۔ اگر قرآن کریم کا نزول ایک ہی دفعہ ہو جاتا تو اس کا حفظ کرنا بھی مشکل ہو جاتا۔ اور دوسرے یہ کہ اس میں بہت سے اوامر و نواہی اور فرائض بیان ہوئے ہیں جو اس کے یکبارگی نزول کی صورت میں لوگوں کے لئے ایک بڑا بوجھ بن جاتے۔ اللہ تعالے قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷/۱۰۷) یعنی ہم نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس لئے اتارا ہے تاکہ تو اسے سہولت اور اطمینان کے ساتھ لوگوں کو پڑھ کر سنا سکے۔ اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔

حفظِ قرآن کی فضیلت

قرآن کریم کا حفظ کرنا ایک مسلمان کے لئے بہت بڑی فضیلت کا درجہ رکھتا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظِ قرآن کی فضیلت پر بڑا زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص قرآن کریم کو حفظ کرے گا قیامت کے دن قرآن اس کو دوزخ میں جانے سے بچائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان پر صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے بڑی کثرت سے قرآن مجید کو یاد کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ایسے ایسے لوگ بھی قرآن شریف کو حفظ کرنے کی کوشش کرتے تھے جن کی زبانیں صاف نہیں تھیں اور جن کے علم بہت کمزور تھے چنانچہ امام احمد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں قرآن پڑھتا تو ہوں مگر میرا دل اسکو سمجھتا نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف علمی طبقہ ہی نہیں بلکہ عوام الناس بھی قرآن کریم حفظ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے +

مکرم عبدالرب صاحب انور ایم۔ایس سی سٹوڈنٹ
کراچی

قرآن کریم اور زمانۂ حال کی علمی ترقیات

كُلُّ العلم فى القرآن لكن تقاصر عنه افهام الرجال

اس وسیع و عریض کائنات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں پائی جانے والی جملہ اشیاء اور ان کے محیر العقول نظام و ترتیب کا ایک عظیم الشان صانع ضرور موجود ہے جو اس تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ یہ مصنوعات صانع کی موجودگی کی دلیل ہیں۔ ان پر غور کرنے سے انسان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اشیاء کیوں ہیں؟ اسی طرح یہ سوال بھی ذہن انسانی میں اٹھتا ہے کہ ان اشیاء کا مطالعہ کیونکر کیا جائے اور اس مطالعہ کے لئے رہنمائی کہاں سے حاصل کی جائے؟ انسانی کانشنس کے اس سوال کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ صانع حقیقی نے ہی ان چیزوں کو انسان کے لئے پیدا فرمایا ہے سو وہی اسکے مطالعہ کے لئے ہماری صحیح راہنمائی کر سکتا ہے۔ اور اس صانع حقیقی کا کلام ہمارے پاس ہے جس کا نام قرآن کریم ہے

المختصر یہ کہ قرآن کریم خدائے عزوجل کا قول ہے اور یہ عالم ظاہری اس کا فعل۔ انسانی کانشنس اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ صادق کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہوتا ـــــ لہٰذا خدا کے قول اور فعل میں کس طرح اختلاف ممکن ہے؟ بلکہ ان کا آپس میں گہرا تعلق اور مستحکم رشتہ ہونا چاہیئے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيزٌ۔ لَا يَاْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ۔

ان آیات میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو سب کتب پر غالب رہے گی اور اس بے نظیر کتاب میں جو نظریات و قوانین اور تصویریں پیش

کی گئی ہیں ان کا ابطال تمام علوم صحیحہ جو خواہ حال کے ہوں یا ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل میں ہونے والے ہوں ثابت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جاننا چاہیئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا ..... وہ غیر محدود معارف وحقائق اور علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔ اگر قرآن شریف اپنے حقائق ودقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہ ٹھہر سکتا تھا ..... اے بندگانِ خدا یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف وحقائق کا اعجاز ایک ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہر ایک زمانہ میں اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ کوئی شخص کوئی ایسی الٰہی صداقت نہیں نکال سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ اور جس طرح صحیفۂ فطرت کے عجائب وغرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکتے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے ہیں یہی حال ان صحفِ مطہرہ کا ہے تا خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ہو۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۵۵ تا ۲۵۸)

انسان جوں جوں ارتقاء کی منازل طے کرتا چلا گیا اور اس ذہنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس میں تجسس کا فطری مادہ بھی ترقی کرتا چلا گیا اور وہ ہر چیز کی ماہیت پر غور کرنے لگا توں توں ان اشیاء کی کسی قدر حقیقت اس پر واضح ہونے لگی اور خواص الاشیاء کا اظہار ہوتا چلا گیا ——— قرآن حکیم میں ان علمی ترقیات وانکشافات کے بارہ میں جا بجا ذکر موجود ہے۔ جیسے جیسے تحقیق عالم ظاہری میں مکمل ہوتی جا رہی ہے قرآن کریم کی بیان کردہ حقیقت کا بھی اظہار ہوتا جا رہا ہے۔ اور اس طور پر یہ انکشافات قرآن کریم کی حقانیت ثابت کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ قرآن کریم وہ بحرِ بے کنار ہے جس میں ہر قسم کے موتی، مونگے، ہیرے جواہرات اور نہ ختم ہونے والے خزائن موجود ہیں۔ خدائے تعالیٰ اس حقیقت کو اس طور پر بیان فرماتا ہے :-

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ
اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ
سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ
کَلِمٰتُ اللّٰہِ (سورہ لقمان آیت ۲۸)

یعنی اس زمین پر جتنے درخت ہیں اُن کی شاخیں کاٹ کر قلمیں بنا دی جائیں اور تمام سمندروں کا پانی سیاہی اور سات سمندروں کا پانی بھی سیاہی بنا دیا جائے اور ان قلموں اور اس سیاہی سے معارف و دقائق قرآن لکھے جائیں۔ مانفدت کلمات اللہ۔ قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سات سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی مگر قرآن کریم کے معارف کا بحرِ بے کنار ختم نہیں ہوگا۔

سائنس کی ترقیات کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اِس موجودہ سائنس کی بنیاد اور اساس تجربہ اور مشاہدہ پر ہے اور یہ انکشاف دراصل ایک قرآنی اصول ہے۔ عوام الناس اِس گمان میں ہیں کہ تجربہ اور مشاہدہ یورپ کے محققین کی ایجاد ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کریم آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے اس امر کو واضح کر چکا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لا تقف ما لیس لك به علم
ان السمع والبصر والفؤاد
كل اولٓئك كان عنه مسئولا۔

یعنی جس بات کے متعلق تم کو علم نہ ہو
اس کے پیچھے مت چلو۔ کان، آنکھ، دل،
سب سے بازپرس کی جائے گی۔

اس میں کامل علم کی یہ خصوصیت بیان کی کہ جس کی شہادت سمع، بصر اور قلبِ سلیم دے۔ یعنی انسان ہر چیز کو ان تین قوتوں کی مدد سے پرکھے اور پھر اس تجسس کے نتیجہ میں جو چیز حاصل ہوگی وہ کامل علم کہلا سکتی ہے ورنہ وہ محض ظن اور قیاس ہے۔ پس اس آیت میں واضح طور پر یہ بیان فرما دیا گیا کہ ہر علم اور تحقیق کی بنیاد تجربہ اور مشاہدہ پر ہونی چاہیئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مشاہدہ اور تجربہ کی بنیاد راجر بیکن نے رکھی حالانکہ قرآن کریم اِس حقیقت کو آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے آشکار کر چکا تھا اور حاملینِ قرآن اس اصول کو کہیں پہلے اپنا بھی چکے تھے۔ چنانچہ اب یورپ کے غیر متعصب لوگ اِس حقیقت کا اقرار کرنے لگے ہیں کہ سائنس کی اس بنیاد کا سہرا مسلمانوں کے ہی سر ہے۔ چنانچہ مغربی فلاسفر BRIFFQULT اپنی تصنیف "MAKING OF HUMANITY" میں لکھتے ہیں:-

"اگرچہ یورپی ارتقاء کا کوئی ایک شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جس پر اسلامی تہذیب کا فیصلہ کن اثر نہ پایا جاتا ہو لیکن اس کا سب سے زیادہ واضح اور سب سے زیادہ اہم اثر اس شعبہ پر پڑا ہے جو موجودہ دنیا کا امتیازی شعبہ ہے اور جس میں ہماری مادی طاقت کا راز مضمر ہے یعنی سائنس اور سائنٹفک ذہنیت۔ عربوں کی سائنس کا احسان ہماری سائنس پر محض اسی قدر نہیں ہے کہ انہوں نے چند عجیب و غریب انکشافات کئے ہوں یا چند انقلاب انگیز نظریے پیش کئے ہوں۔ ہماری سائنس عرب تہذیب کی اس سے کہیں زیادہ ممنونِ احسان ہے یعنی سائنس کا وجود ہی عربوں کی بدولت ہے جس چیز کو ہم سائنس کہتے ہیں وہ

یورپ میں ایک نئی ذہنیت کے ماتحت
پیدا ہوئی۔ یہ ذہنیت تحقیق و تجسس
کے نئے طریقوں یعنی تجارب اور مشاہدات
پیمائش اور علم ریاضی کے ان نئے طریقوں
پر مبنی تھے جن سے یونانی بالکل ناواقف
تھے۔ اس ذہنیت اور ان طریقوں کو
عربوں نے یورپ میں رائج کیا۔"
(صٓ۱۳ - بحوالہ ریویو آف ریلیجنز نومبر ۱۹۴۲ء صٓ۵)

اسی طرح سر اُلیور لاج جو علم طبیعات کے ماہر ہیں اپنی
کتاب "PIONEERS OF SCIENCE" کے صفحہ ۹ پر
یوں رقمطراز ہیں:-

"قدیم اور جدید سائنس کے درمیان
واحد مؤثر کڑی عرب ہی تھے۔ یورپ کی
سائنس تاریخ میں تاریک زمانہ (ازمنہ
وسطیٰ) ایک بالکل خلاء کے طور پر ہے
ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک
ممالک عربیہ کے سوا اور کہیں کوئی سائنسدان
اور حکیم نہ تھا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی حقیقت کو یوں بیان
فرماتے ہیں:-

"قرآن شریف نے تائیدِ دین میں
اور علوم سے بھی اعجازی طور پر خدمت
لی ہے اور منطق اور طبعی اور فلسفہ اور
ہیئت اور علمِ نفس اور طبابت اور
علمِ ہندسہ اور علمِ بلاغت و فصاحت
وغیرہ علوم کے وسائل سے علمِ دین کا
سمجھانا اور ذہن نشین کرنا یا اس کا تفہیم
ذریعہ بدرجہ آسان کر دینا یا اس پر کوئی
بُرہان قائم کرنا یا اس سے کسی نادان کا
اعتراض اٹھانا مدِّنظر رکھا ہے۔
غرض طفیلی طور پر یہ سب علوم خدمتِ
دین کے لئے بطور خارقِ عادت قرآن شریف
میں اس عجیب طرز سے بھرے ہوئے ہیں
جن سے ہر ایک درجہ کا ذہن فائدہ اٹھا
سکتا ہے۔ اور اگرچہ دلی جوش اس عاجز
کا اس بات کی طرف دامنِ دل کھینچ رہا
ہے کہ ان سب علوم میں سے دو دو تین تین
مسائلِ علمی جو قرآن شریف میں درج ہیں نمونہ
کے طور پر اس جگہ لکھے جائیں اور کچھ
براہینِ عقلیہ بھی جو اس پاک کلام میں
اثباتِ اصولِ دین کے لئے اندراج
پاتے ہیں تحریر ہوں لیکن چونکہ یہ سب
بیانات طوالت طلب ہیں اور رسالہ ہذا
بوجہ قلیل الحجم ہونے کے انکی برداشت
نہیں کر سکتا اور کتاب براہین احمدیہ
خود ان سب باتوں کے متکفل ہے اسلئے
خوفِ اطناب سے ترک کر دیا گیا۔
طالبینِ حق انشاء اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ
میں ان سب مقاصد کو پالیں گے۔ مگر
اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ یہ

علوم کسی طور پر بھی لوگ حاصل کرتے ہیں لیکن ایک اُمّی شخص جو سخت تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں ایک جنگلی ملک میں پیدا ہوا جس نے مکتب میں ایک حرف نہ پڑھا اور فلاسفہ سے کبھی مخالطت نہ ہوئی اور منطق اور طبعی اور ہیئت اور علم نفس وغیرہ کا اپنے پُر جہالت ملک میں نام بھی نہ سُنا اس سے یہ چشمۂ فیض کامل اور صحیح طور پر جوش مارنا ایساکہ کوئی فلسفی اس پر سبقت نہ لے جا سکے یہ بداہتِ عقل خارقِ عادات ہے۔ جو شخص روح و معارفِ دین بغیر کسی کے سکھائے اور پڑھائے کے بیان کرے تو اس کے معجزہ ہونے میں کسی دانا اور منصف مزاج کو تامل نہیں ہو سکتا۔ تیسرا دروازہ معرفتِ الٰہی کا جو قرآن شریف میں اللہ جلشانہ نے اپنی عنایتِ خاص سے کھول رکھا ہے برکاتِ روحانیہ ہیں جس کو اعجازِ تاثیری کہنا چاہیئے۔ یہ بات کسی سمجھدار پر مخفی نہیں ہوگی "

الغرض فی زمانہ جس قدر علمی و سائنسی انکشافات ہو رہے ہیں وہ دراصل انہی اصولوں کے ماتحت ہیں جن کو قرآن کریم آج سے چودہ سو برس پیشتر دنیا کے سامنے بیان فرما چکا ہے اور سمجھ رکھنے والوں کے لئے اس میں کھلے کھلے نشانات ہیں۔

دنیوی علوم کی اس ترقی کے دور میں ہم احمدی نوجوانوں پر خاص طور پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ علم و حکمت کے اس اصل اور حقیقی بحرِ ذخار و بے کنار میں غوطہ زن ہوں اور اس کی گہرائیوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر معرفت کے انمول و بے بہا موتی چُن کر لائیں اور تمام دنیا کو اُن سے فیض یاب کرتے ہوئے ان کی ہدایت کا باعث بنیں۔ اے خدا ہم تیرے کمزور بندے تجھ ہی سے مدد کے طالب ہیں۔ تُو ہماری مدد کر اور ہمیں اس کام کی توفیق دے۔ آمین

نوٹ:۔ آئندہ شمارہ میں قرآن کریم کی روشنی میں زمانۂ حال کی بعض ایجادات و انکشافات کے جائزہ پر مشتمل ایک تحقیقی مضمون پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

(ادارہ)

کتاب بہترین دوست ہے — (بقیہ صفحہ ۲۸)

یا اس کے ہر ہر لفظ کو پڑھ سکے۔ اسلئے لازم ہے کہ بڑی جانچ پڑتال سے کچھ کتب کا انتخاب کر لیا جائے اور باقی چھوڑ دی جائیں۔ اس قسم کا انتخاب ہر انسان کو کرنا پڑتا ہے اور اس میں اسکے اپنے رجحان اور کتاب میں بتدریج مضامین کی کیفیت کا بڑا دخل ہوا کرتا ہے۔ ہر انسان کا ذوق مختلف ہوتا ہے۔ کتب کا انتخاب اپنے ذوق کے مطابق ہی ہو لیکن سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے۔ اور کسی معین مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بے ہنگم طریق سے مطالعہ میں مگن ہو جانا ایک ذہنی آوارہ گردی کے سوا کچھ نہیں ✣

محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور
پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا ذکر خیر

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا وجود ہی کچھ اس قسم کا نافع الناس وجود تھا کہ رہ رہ کر ان کی یاد آتی رہتی ہے خاکسار کو حضرت مولوی صاحب کی صحبت میں رہ کر وقتاً فوقتاً ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۴ء تک تبلیغی فرائض سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔ اور بالکل قریب ہو کر دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ہر لحاظ سے پارس پایا۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے خاص عزت کا جذبہ رکھا ہوتا تھا۔ لیکن اپنی منکسر المزاجی کی وجہ سے کوئی امتیاز اپنے لئے روا نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دوست نے بتلایا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کو اور مکرم مولوی عبد الرحیم صاحب نیرؓ کو کلکتہ کی طرف دورہ پر بھیجا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو امیر وفد مقرر فرمایا تھا۔ لیکن راستہ بھر حضرت مولوی صاحب مکرم مولوی عبد الرحیم صاحب نیرؓ کی ضروریات کا ہر طرح سے خیال رکھتے رہے۔ بلکہ ان کے لئے بستر بھی بچھا دیتے تھے۔ جب منزل مقصود پر پہنچے تو اسی کیفیت میں۔ حتیٰ کہ مکرم نیر صاحب کو خود احباب کو بتلانا پڑا کہ اس وفد کے امیر حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ہیں۔ تب جا کر احباب کو ان کا مقام واضح ہوا۔

حضرت مولوی صاحب خدا تعالیٰ کے ایک شیر تھے۔ جن کی للکار سے مخالفین کے کیمپ میں بھگدڑ مچ جاتی تھی۔ جب بھی کسی جگہ مناظرہ کے چیلنج پر آپ کو بھیجا جاتا۔ اور فریق مخالف منصفانہ شرائط کو طے کرنے سے احتراز کرتا تو حضرت مولوی صاحب اپنے احباب پر یہی زور دیتے کہ شرائط کے متعلق منصفانہ رویہ رکھنے کے لئے زیادہ زور نہ دیں۔ بلکہ جن شرائط کے ساتھ بھی فریق ثانی مناظرہ پر آمادہ ہوتا ہے ہونے دیں۔ ہم چونکہ سچے ہیں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت بہرحال ہمارے ہی ساتھ ہوگی۔ لیکن اس طرح سے غیر احمدی احباب کو پیغام احمدیت سنانے کا جو موقعہ مل جاتا ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ چنانچہ بعض دفعہ تو آپ نے اس طور پر اعلان کر دیا کہ فریق ثانی جس طور پر چاہے مناظرہ کرلے۔ اردو میں، پنجابی میں، فارسی میں، عربی میں، بلکہ اگر کلائی پکڑنے کی شرط ہی ضروری قرار دے تو وہ اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ اور پھر اس امر کا خاص خیال رکھتے تھے کہ میدانِ مناظرہ سے پہلے خود نہیں اٹھنا۔ فریق ثانی اٹھ کر چلا جائے تو پھر میدان کو چھوڑا کرتے تھے۔ کہ یہ امر بھی بہادری کی روح کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت دور اندیش نظر عطا فرمائی تھی۔ ایک موقعہ پر ایسا ہوا کہ علمائے سلسلہ نے عام مولویوں کی

بداعمالی کی وجہ سے یہ محسوس کیا کہ ان علمائے سوء کی بداعمالیوں کی وجہ سے اب تو لفظ "مولوی" بھی عزت کے قابل نظر نہیں آتا اس لئے بعض نے یہ تجویز پیش کی کہ جماعت احمدیہ کے علماء کو مولوی کے لفظ سے نہ یاد کیا جائے "مبشر" یا کوئی اور لفظ تجویز کر لیا جائے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی بھی اس ساری گفتگو کو آرام سے پاس لیٹے ہوئے سنتے رہے۔ جب اس امر پر زیادہ توجہ کو محسوس کیا تو آپ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے اعمال اور کردار کی اصلاح کرے۔ اس صورت میں کوئی لقب اس کے لئے بے عزتی کا موجب نہیں بن سکتا۔ اب اگر ان غیر احمدی علماء کی بداعمالیوں کی وجہ سے لفظ مولوی کو بدنام قرار دے دیں اور بالآخر ایک زمانہ کے بعد لفظ مولوی سے فقط ایسا عالم دین ہی مراد لیا جانے لگے گا جس کے اعمال اچھے نہ ہوں سو ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں جو حضور نے لفظ مولوی کو حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضؓ اور حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے لئے عزت کے ساتھ اور محبت کے ساتھ استعمال کیا ہے اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اور لوگ ان کے متعلق کیا خیال کریں گے۔ پس ان لفظوں کے پیچھے نہیں جانا چاہیئے۔ اپنے اعمال کو درست رکھو تو تم کو کسی بھی لفظ کے ساتھ پکارے جانے سے بے عزتی کا خطرہ نہیں ہوگا۔

حضرت مولوی راجیکی صاحب کی خدمت میں کئی مرتبہ دعا کے لئے حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ تو آپ فوراً ہی دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے اور نہایت خشوع و خضوع سے فوراً ہی دعا کرتے اور بعد میں بھی دعا کرنے کا وعدہ فرماتے۔ اور اکثر اوقات دعا کی قبولیت وغیرہ کے متعلق بھی وضاحت فرما دیتے کہ اس دعا کے نتیجہ میں کچھ روشنی نظر آتی ہے یا سیاہی کے دھبے نظر آتے ہیں۔ روشنی نظر آنے کی صورت میں فرماتے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ اور سیاہ دھبوں کی صورت میں فرماتے کہ اس کی قبولیت کی راہ میں کچھ مشکلات ہیں۔ ان مشکلات کے بعد قبولیت کی امید ہو سکتی ہے۔

ایک دفعہ یہ عاجز ان کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ آپ ان دنوں کچھ بیمار تھے۔ صحن میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے میں نے ہدیۃً غالباً ایک روپیہ انکی خدمت میں پیش کیا۔ جسے انہوں نے قبول فرما لیا۔ مجھے بیٹھے ہوئے کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نوجوان حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں دعا کیلئے عرض کرنے کیلئے تشریف لائے اور چاندی کے دو روپے انکی خدمت میں پیش کئے اور کچھ دیر کے بعد چلے گئے۔ انکے اٹھنے کے تھوڑی دیر بعد میں نے واپس جانیکی اجازت چاہی تو دعا فاتحہ کیلئے ہاتھ بڑھانے سے پہلے جیب میں ہاتھ ڈال کر چاندی کے دو روپے نکالے اور دعا فاتحہ کے ساتھ ہی انکو میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میرے انکو لینے سے اظہار ہچکچاہٹ پر سمجھانے کے انداز میں زور دیکر فرمایا کہ میں تو یہ اسے تمہارے والد صاحب مرحوم[1] سے اپنے دیرینہ تعلقات کی وجہ سے اپنا عزیز سمجھ کر اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تم کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں رہنے اور خدمت سلسلہ کا موقعہ ملتا ہے اس وجہ سے میں دے رہا ہوں۔ اسے اپنے پاس رکھو واپس نہ کرو۔ چنانچہ انکے اس طریق اصرار کی وجہ سے مجھے انکار کرتے ہوئے بن نہ آئی۔ اور میں نے انکو بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھ لیا۔ یہ دو چاندی کے روپے اب بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ کیونکہ ایک خلص جذبہ سے ساتھ حضرت مولوی صاحب نے عطا فرمائے تھے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت مولوی صاحب کے درجات بلند فرمائے اپنے خاص قرب سے نوازے اور ہمیں بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مومنانہ اور مجاہدانہ زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

[1] یعنی حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی۔

مکرم محمد انور قریشی صاحب ربوہ

اسلامی تعلیم ـــــ "انشاء اللہ"

خدائے قادر و توانا نے انسان کو لا انتہاء طاقتیں دی ہیں۔ اس نے انسانی قویٰ کو آسمان کی سی وسعت، زمین ایسا پھیلاؤ، پہاڑوں کی سی استقامت، چٹانوں کی سی مضبوطی، ستاروں کی سی بلندی اور سمندروں کی سی گہرائی عطا کی ہے اور انہیں اس قدر طاقتیں ودیعت کر رکھی ہیں کہ کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا۔ خود خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ یعنی وہ اس کی بہترین مخلوق ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر یہ کہنے میں خدا تعالیٰ کی ایک طرح سے ہتک تھی کہ میں نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے ـــــ ان خداداد طاقتوں کو صحیح رنگ میں استعمال کرنا اور ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا اب حضرتِ انسان کا کام ہے۔

ایک مسلمان، بلکہ ہر اس انسان کو جو کہ خدا تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے یہ چاہیئے کہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو کہے کہ انشاء اللہ میں یہ کام کروں گا۔ انشاء اللہ کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں یہ کام کرنے کی پوری کوشش کروں گا اور خدا کی دی ہوئی طاقتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا۔ اور اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو یہ کام سر انجام پا جائے گا۔ گویا انشاء اللہ کہنے سے اس کام کے لئے پوری کوشش کرنے کے بعد انسان اس کام کا نتیجہ خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ کام نہ ہو تو کہتا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکمت تھی خواہ مجھے اس کا علم ہو یا نہ ہو اور خدا کے نزدیک میری بہتری اسی میں تھی کہ یہ کام نہ ہو۔ چنانچہ خدا نے اسے منظور نہیں کیا۔ اور اگر خدا تعالیٰ اس کام کو منظور کرلے اور وہ کام ہو جائے تو وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ انشاء اللہ کہنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ گو خدا نے انسان میں ایسی طاقتیں رکھی ہیں کہ جن کی مدد سے وہ کارہائے نمایاں سر انجام دے سکتا ہے لیکن وہی خدا اپنی دی ہوئی طاقتوں کو واپس بھی لے سکتا ہے۔ پس انشاء اللہ کہنے سے انسان خدا کی دی ہوئی طاقتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کی قدرت کا اقرار کرتا ہے اور اس کام کے لئے خدا کی خاص مدد کا بھی خواستگار ہوتا ہے۔ پس ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اپنا ہر کام کرنے سے پہلے انشاء اللہ کہے۔

لطیفہ ہے کہ ایک دفعہ ایک بدو کہیں جا رہا تھا، راستہ میں اس کا ایک دوست ملا۔ اس نے بدو سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ بدو کہنے لگا کہ گدھا خریدنے۔ اسکے دوست

نے کہا کہ تمہیں انشاء اللہ بھی کہنا چاہیئے۔ بدو کہنے لگا کہ میں انشاء اللہ کیوں کہوں؟ جبکہ رقم میرے پاس موجود ہے۔ میں بازار جاؤں گا اور گدھا خرید لاؤں گا۔ چنانچہ وہ بازار کی طرف روانہ ہوگیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ بازار میں کسی نے اس کی جیب کاٹ لی۔ جب وہ خالی ہاتھ گھر واپس لوٹا تو اس کی بیوی نے پوچھا کہ تم تو گدھا لینے گئے تھے گدھا کہاں ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ میں انشاء اللہ بازار گیا تو وہاں کسی گرہ کٹ نے انشاء اللہ میری جیب کاٹ لی۔ اس لئے انشاء اللہ میں گدھا نہیں خرید سکا وغیرہ۔ سو انشاء اللہ کہتے وقت اس کا صحیح مفہوم بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اس بدو کی طرح نہیں کہ بغیر مطلب سمجھے ہی استعمال کریں۔

آجکل اس فقرے کے صحیح مفہوم کو نہیں سمجھا جاتا۔ بعض لوگ جب انشاء اللہ کہتے ہیں تو اس کام کے لئے پوری کوشش نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر وہ یہ کہیں کہ میں یہ کام ضرور کروں گا تو اس کے لئے زیادہ کوشش کرتے ہیں اور بعض لوگ تو جب کسی سے کسی کام کا وعدہ کرتے ہوئے انشاء اللہ کہتے ہیں تو وہ کام کرتے ہی نہیں اور دل میں سمجھ لیتے ہیں کہ اگر خدا نے چاہا تو کرلینگے اور اگر نہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام خدا کو منظور ہی نہیں تھا۔ آخر خدا کو منظور ہوتا تو وہ یہ کام مجھ سے ضرور کروا لیتا یعنی انشاء اللہ کو آڑ بنا کر وہ یہ چاہتے ہیں کہ وعدہ خلافی کے الزام سے بچ جائیں اور گناہ بھی نہ ہو۔ ایسے لوگوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ جب وہ کسی سے کوئی کام کرنے کا وعدہ کرتے ہیں یا کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر انشاء اللہ کہہ کر بھی وہ کام نہیں کرتے تو وہ گویا خدا تعالیٰ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس نے انہیں وہ کام کرنے کی توفیق اور طاقت نہیں دی۔ اور اس طرح وہ خدا کی دی ہوئی طاقتوں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ خدا نے تو انہیں بیشمار طاقتیں دی ہوئی ہیں انہوں نے خود ہی کوشش نہیں کی۔ پس انشاء اللہ کہہ کر انسان اپنے اوپر ایک بھاری ذمہ داری اٹھا لیتا ہے اور اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی خداداد طاقتوں کو استعمال کرے تاکہ اپنے طرز عمل سے خدا تعالیٰ پر الزام لگانے والا اور اس کی دی ہوئی قوتوں کا انکار کرنیوالا نہ بنے۔

مسلمانوں کے تنزل کی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اگر وہ ان پر عمل کرتے رہتے اور اسلامی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لیتے تو آج ان کی یہ حالت نہ ہوتی اور وہ دوسروں کے دست نگر اور محتاج ہونے کی بجائے دنیا کے حاکم اور آقا ہوتے اسلامی تعلیم میں سے ذرا اسی مختصر سے فقرہ کو ہی لے لیجئے۔ جب ایک مسلمان کسی کام کے ارادہ سے ساتھ "انشاء اللہ" کہتا ہے تو سب سے پہلے اس کا خیال خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کی طرف مبذول ہو جاتا ہے اور جب اسے ان طاقتوں کا احساس ہوتا ہے تو اس میں زبردست خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے پھر اس کا ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ یہ طاقتیں مجھے خدا نے دی ہیں، وہی ان کا مالک ہے، وہ انہیں واپس بھی لے سکتا ہے اور مزید طاقتیں بھی دے سکتا ہے۔ اس پر وہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے، اس سے دعا کرتا ہے اور اس سے مزید مدد کا طالب ہوتا ہے اور پھر وہ یہ سوچتا ہے کہ خدا کی دی ہوئی طاقتوں سے فائدہ اٹھانا میرا فرض ہے۔ اس پر وہ اس کے لئے پوری کوشش کرتا ہے۔ جس شخص میں خود اعتمادی ہو اور جو شخص خدا سے مدد مانگتے ہوئے اپنی تمام قوتوں کو بروئے کار لاکر ایک کام کرتا ہے وہ ضرور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرلیگا۔ ناممکن ہے کہ وہ اس میں نامراد رہے *

مکرم محمد شفیق صاحب قیصر ربوہ

کتاب بہترین دوست ہے

علمی عجائب و غرائب کی تحصیل کے لئے کتابیں ایک بہت بڑا عطیہ خداوندی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اسے صراطِ مستقیم عطا فرمایا اور اسے قلم کی عظیم طاقت سے نوازا ہے۔ اسی قلم کی بدولت آج ہم اپنے آپ کو ہر زمانے کے اہلِ علم کی مجلس میں پاتے ہیں اور ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم اُن کے ساتھ بیٹھے تبادلۂ خیال کر رہے ہیں۔ اگرچہ وہ فضل و کمال کے ستارے ہم میں نہیں رہے اور گردشِ زمانہ نے انہیں ہم سے دُور کر دیا ہے تاہم اُن کے کارہائے نمایاں ان کے جانے کے بعد بھی ویسے ہی زندہ و تابندہ ہیں جیسے اُن کی زندگی میں تھے۔

دائمی نقوش

کتابوں کی دنیا میں کاغذ اور سیاہی کی مثال دن اور رات کی طرح ہے۔ یہ دونوں اس دنیا میں تاریکی اور روشنی کا مقابلہ کر رہے ہیں، گردشِ لیل و نہار جب کسی چیز کو تہ و بالا کر دیتی ہے تو کاغذ اور سیاہی اسے شائع کر کے پھر دوام بخشتے ہیں۔ کتاب کسی مصنف کی عمر بھر کی کمائی ہوتی ہے، تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہوتی ہے مصنف کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی یہ تحریر لوحِ زمان پہ ہمیشہ ہمیش کے لئے نقش ہو جائے اور اسی خیال کے پیشِ نظر وہ اپنی تحریر کے حسن کو زیادہ سے زیادہ نکھار کر اپنے قاری کے سامنے لاتا ہے۔ عمدہ کتاب انسان کی بہترین دوست و ہمدم ثابت ہوتی ہے۔

نرالی بزم

انسان اِس عالَمِ ناپائیدار میں ہزاروں اُلجھنوں اور بکھیڑوں میں اُلجھا ہُوا ہے اور اسے یہ بھی علم ہے کہ ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

اب انسان کے لئے دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ اپنے وقت کو گپ بازی میں صرف کر دے اور کم عقلوں کی طرح تماشی چیزوں کے حصول میں تگ و دَو کرتا رہے، یا وہ اِس عظیم الشان بزم میں رونق افروز ہو جسے ہر زمانے اور ہر جگہ کے منتخب اور ممتاز انسانوں نے تشکیل دیا ہے۔ یہ ایسی بزم ہے جس میں انسان جو مقام چاہے حاصل کر سکتا ہے۔ اس مجلس کے شرکاء کی شرافت سے انسانی شرافت پرکھی جاتی ہے

اور ان انسانی مقاصد کی جانچ پڑتال ہوتی ہے، جن کے تحت ایک انسان زندہ انسانوں کے سماج میں اپنے لئے ایک حیثیت چاہتا ہے لیکن اس امر کو ہرگز ہرگز فراموش نہ کیجیئے کہ یہ بزم دوسری بزموں سے بالکل الگ نوعیت کی ہے۔ کتابوں کی بزم محنت، جرأت اور لیاقت کو چاہتی ہے یہاں کسی گھٹیا قسم کے شخص کا گزر نہیں۔ اگر آپ داناؤں کی مجلس میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو اپنے اندر ایسی ہی لیاقت پیدا کیجئے اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ اہل مجلس کی باتوں کو سُنیں اور انہیں سمجھیں اور ان کے احساسات معلوم کریں تو آپ کو چاہیئے کہ ان سے اپنی راہ و رسم بڑھائیں۔ اس کے اظہار کا ایک ہی طریق ہے کہ آپ ان سے تعلّم (LEARNING) کے لئے اپنے اندر حقیقی جذبہ پیدا کریں اور ان کی حقیقی شاگردی اختیار کریں اور اس غرض کے حصول کے لئے آپ کو اپنے اندر جرأت، لیاقت اور محنت کی عادات پیدا کرنی ہونگی۔

شفیق جلیس

ادب عربی کا نامور عالم جاحظ کتاب کے متعلق کہتا ہے :-

"کتاب کا حاصل کرنا جیسا آسان اور ارزاں ہے اس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس میں تاریخ اور سائنس کے عجائبات درج ہوتے ہیں اس میں ہمیں صحیح الدماغ لوگوں کے اخذ کردہ نتائج اور دانشوروں کے تجربات مل جاتے ہیں اس سے ہماری پیش رو نسلوں اور دُور دراز ممالک کے حالات کا علم ہوتا ہے ایسا مہمان کہاں مل سکتا ہے جو یا تو آپ کے ساتھ ایک قلیل مدت قیام کرے یا سائے کی طرح آپ کے ساتھ رہے، یا پھر آپ کے جسم کا جزو بن جائے۔ جب تک آپ چاہیں کتاب خاموش رہتی ہے۔ جب آپ کوئی بات کرنا چاہیں تو فصاحت و بلاغت کے ساتھ بولنے لگتی ہے، اگر آپ کسی کام میں مصروف ہیں تو وہ آپ کی مصروفیت میں خلل انداز نہیں ہوتی، اگر آپ تنہائی کا احساس چاہتے ہیں تو وہ آپ کی شفیق جلیس و ہمدم ثابت ہوتی ہے، وہ ایسا دوست ہے جو آپ کو کبھی دھوکا نہیں دیتا، نہ آپ کی خوشامد و چاپلوسی کرتا ہے اور ایسا دوست اور ساتھی ہے جو آپ سے کبھی ملول خاطر نہیں ہوتا"[1]

مسلمانوں کا عظیم کارنامہ

علمی اور ثقافتی میدان میں مسلمانوں کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رہے گا کہ انہوں نے اس سکوت کو جو سینکڑوں سالوں سے

---

[1] الحیوان للجاحظ جلد ۱ صفحہ ۵۰-۵۱

کتابوں کی دنیا پر چھایا ہوا تھا دور کر کے ایک نئی تحریک کی بنیاد ڈالی اور کتابوں کی محبت اور افادیت اور تعظیم و تکریم کا ایسا جذبہ پیدا کیا کہ مسلمان انہیں اپنا بہترین مونس و ہمدم سمجھنے لگے تھے عرب کا مشہور شاعر اپنے قصیدہ میں کہتا ہے :-

خیر الجلیس فی الزمان کتاب

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اسلاف کتاب کو وفادار ساتھی اور قابلِ اعتبار راہنما تصور کرتے تھے۔ جب وہ کتابوں کا تذکرہ کرتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے کسی شفیق بھائی یا دوست کا ذکر کر رہے ہیں۔ .... پھر ہمیں ایسے انسان بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے تمام عمر شادی نہیں کی اور کتابوں کے مطالعہ اور تالیف کو ہی اپنی زندگی کا مقصد وحید بنا لیا۔ اس ضمن میں اسحاق بن بسیب کا واقعہ منفرد نوعیت کا ہے۔ کتابوں کے اس شیدائی نے عمر بھر شادی نہیں کی۔ اولاد کی تمنا کس کو نہیں ہوتی۔ لیکن جب کسی نے اُن سے اولاد کے متعلق دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ اپنی کتاب "حمیات" کی موجودگی میں اولاد نہ ہونے کا مجھے کوئی غم نہیں[1]۔

یاقوت حموی نے ایک عاشق کتب کا دردناک اور چشم دید واقعہ لکھا ہے جو یقیناً قابلِ ذکر ہے :-

"ابن حمدون (۵۴۷ھ - ۶۰۸ھ) ایک مشہور ادیب اور کتابوں کا عاشق تھا۔ کتابیں خریدنے اور جمع کرنے کا بڑا شوق رکھتا تھا۔ وہ شفاخانہ عضدی میں سپرنٹنڈنٹ کے منصب پر فائز تھا۔ جب اسے عہدہ سے معزول کر دیا گیا تو مجبور ہو کر گزر اوقات کے لئے اپنی کتابیں نکال نکال کر فروخت کرنے لگا اور اُس کی آنکھیں اس طرح اشکبار تھیں کہ گویا وہ اپنے اعزہ اور مخلص دوستوں کو رنج والم کے ساتھ جدا کر رہا ہے۔ یاقوت کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے کہنے لگا کہ یہ میری عمر کے پچاس سال کا نتیجہ ہے جو میں نے اس کے جمع کرنے میں صرف کئے ہیں، اب اگر بالفرض مجھے دوبارہ مال و دولت مل جائے اور میری زندگی بھی وفا کرے تاہم پھر ان کے جمع کرنے سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوگا سوائے اس فراق اور جدائی کے جس کے بعد پھر دوبارہ ملنے کی امید نہیں ہے[2]۔"

یہ امور اس ثقافتی زندگی کا ایک ہلکا سا نمونہ ہیں جس کا چشمہ کوہِ فاران سے پھوٹا تھا۔

طلبِ علم ـــــ ایک فریضہ

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے علم کو اتنی اہمیت نہیں دی جتنی اسلام نے دی ہے۔ اسلام نے اپنے

[1] علمائے سلف از حبیب الرحمان خان شروانی صہ ۳۸
[2] معجم الادباء جلد ۳ صہ ۲۰۹

ظہور کے بعد سب سے پہلے وحی کے ذریعہ علم کی عظمت و فضیلت کا اعلان فرمایا اور یہ اسی کا اثر تھا کہ اسلام کے اوّلین دور میں ہی علم کے چرچے رہنے لگے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلم مرد اور عورت پر تحصیلِ علم واجب کر کے تعلیم عامہ کی داغ بیل ڈالی، اور آپ کے زرّیں اقوال مثلاً اطلبوا العلم ولوکان بالصّین اور اطلبوا العلم من المھد الی اللحد نے اس کی اہمیت اور ضرورت کو اور بھی نمایاں کر دیا۔ یہ تعلیم نبوی ہی کا کرشمہ تھا کہ عرب جیسی جاہل اور پسماندہ قوم، علم دوست اور علم پرور بن گئی اور ان میں حصولِ علم کا ذوق و شوق اس قدر بڑھا کہ بقول جرجی زیدان :-

"انہوں نے طلبِ علم کا دامن اسقدر
وسیع کیا کہ وہ آشوریا، بابل اور ہرو
یونان، فارس اور ہندوستان کے
تمام علوم کے وارث ہو گئے[1]"

بہترین کتاب

دنیا کی سب کتابوں سے بہتر کتاب خود اللہ تعالیٰ کی اپنی تصنیف کردہ ہے یعنی قرآن مجید۔ قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جو صحیح معنوں میں دنیا بھر کے مسلمانوں کی بہترین رفیق و مونس ہے۔ مسلمانوں نے اس سے اپنی بے پناہ عقیدت و محبت کی وجہ سے اس کے حسن کو اُجاگر کرنے کے لئے اس کی بے پناہ خدمت سرانجام دی اور محض اس کی خدمت کے شوق کی وجہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، صرف و نحو، ادب اور لغت وغیرہ علوم ایجاد کئے۔ نیز اس کی ظاہری شان کو دوبالا کرنے کے لئے خطاطی، نقاشی، جلدبندی اور کاغذسازی کے فنون میں کمال پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہے۔

کاغذسازی کی صنعت

ہر انسان کی یہ فطری خواہش ہے کہ اس کا ساتھی اور دوست سیرت کے ساتھ صورت کے لحاظ سے بھی عمدہ ہو۔ مسلمانوں میں جب کتابوں کے ساتھ محبت پیدا ہوئی تو انہوں نے سیرت کے ساتھ ساتھ کتابوں کی ظاہری شکل و صورت کو بھی ہر لحاظ سے ترقی دی اور اس کے لئے فنِ کتابت کے ساتھ ساتھ کاغذسازی کی صنعت کو بھی ترقی دی۔ چنانچہ مسلمانوں نے سب سے پہلے سپین میں اس صنعت کو فروغ دیا اور یورپ میں مسلمانوں کی حکومت سے پہلے کہیں کاغذ نہیں بنایا جاتا تھا۔ "اسپین میں شاطبہ نامی مقام پر جسے آجکل "شاتیوا" کہتے ہیں مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں کاغذسازی کی فیکٹری قائم کی گئی تھی[2]"

حُسنِ کتابت

مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق نے کاغذسازی کے ساتھ ساتھ اگر ایک طرف کتابت میں حُسن و زیبائش پیدا

---

[1] علوم عرب ترجمہ (تاریخ التمدن الاسلامی جلد سوم) از مولانا اسلم جیراجپوری۔

[2] جغرافیہ اندلس۔

کی تو دوسری طرف فنِ کتابت کو خطاطی کی حدود سے نکال کر نقاشی کی قلمرو میں داخل کر دیا اور اس میں مصوّرانہ نکتیں پیدا کر کے کتاب کی صوری حالت کو بھی خوشنما بنایا۔

آپ جانتے ہیں خوشنویسی کا بہت کچھ حسن روشنائی کا رہینِ منّت ہے۔ اس مقصد کے لئے مسلمانوں نے مختلف قسم کی سیاہیاں ایجاد کیں اور ان میں بڑا تنوّع پیدا کیا۔

عمدہ جلد بندی

پھر اس سے بھی آگے جب انسان نے کائنات کی اشیاء پر ایک طائرانہ نظر ڈالی تو اسے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے حیوانات کے جسم پر کھال مڑھی ہوتی ہے، بیلوں، پودوں اور درختوں پر چھال ہے، میوے پر چھلکا لپٹا ہوا ہے اور خود انسان کا جسم ایک جلد میں محفوظ ہے۔ یہی جلد ہے جو دنیا کی ہر چیز کو کھال، جلد، چھال اور چھلکے کی شکل میں محفوظ رکھتی ہے اور اسے گلنے سڑنے اور فنا ہونے سے بچاتی ہے۔

مسلمانوں نے اسی قانونِ قدرت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے فنِ صحافی (جلد سازی) کو ترقی دی اور مختلف علوم و فنون کی کتب کو عمر درازی بخشی اور ان کی ظاہری شکل و صورت کو اتنا دلکش بنا دیا کہ انسان بے اختیار ہو کر کتابوں سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور وہ زبان سے یہ گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ :-

ع

خیر الجلیس فی الزمان کتاب

بے پناہ عقیدت و الفت کے واقعات

مسلمانوں نے کتب سے جس بے پناہ عقیدت و الفت کا اظہار کیا اس کے بارہ میں چند واقعات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ابو عثمان جاحظ خاندانی اعتبار سے کوئی ممتاز شخصیت کا حامل نہیں تھا لیکن علم و فضل خاندانی شرافت و نجابت ہی کا تو پابند نہیں۔ اپنی فطری استعداد، قابلیت، ذہانت و طباعی اور محنت و شوق کے نتیجہ میں، اس شخص نے بڑی ناموری حاصل کی۔ اسے کتب بینی کا بڑا شوق تھا۔ جب تک وہ کسی کتاب کو ختم نہ کر لیتا اُس وقت تک اُسے ہاتھ سے نہ چھوڑتا، بلکہ اس کام کے لئے وہ کتب فروشوں کو کرایہ دیکر ان کی دکانوں پر مطالعہ کے لئے بیٹھا کرتا تھا۔ آخر اس سچے عاشقِ کتب کی موت بھی انہی کتابوں کی بدولت واقع ہوئی۔ جس قدر وہ کتابوں پر مہربان تھا اس قدر کتابیں اس پر مہربان تھیں۔ اس کا دستور تھا کہ وہ اپنے گرد کتابوں کی دیواریں بنا لیا کرتا تھا۔ ایک دن انہی "محبان" کے جھرمٹ میں بیٹھا مطالعہ میں محو تھا کہ کتابوں کا تودہ اُس پر گر پڑا اور بڑھاپے اور کمزور صحت کے باعث کتابوں ہی میں دب کر جان دیدی۔[۵]

بعض اربابِ علم کو مطالعہ کتب کا اس قدر شوق تھا کہ وہ حالتِ سفر میں بھی اپنا کتب خانہ ساتھ لئے پھرتے تھے۔ "بوبھی" وزیر صاحب اسمٰعیل بن عباد کے متعلق آتا ہے کہ وہ حالتِ سفر میں بھی اپنے ساتھ چار سو اونٹوں کا بوجھ

---

[۵] دیباچہ کتاب الحیوان جلد ا ص۵۔

کتابیں ہر وقت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ نوح بن منصور
سامانی والیٔ خراسان نے انہیں وزارت کے لئے بُلایا۔
مگر انہوں نے کئی عذر پیش کئے، منجملہ ان کے ایک عذر یہ بھی
تھا کہ میرے پاس اتنا بڑا کتب خانہ ہے جو چار سو اونٹوں پر
لادا جا سکتا ہے اور اتنا بوجھ اٹھوا کر میں وہاں آنے سے
معذور ہوں۔[1]

علامہ ابن الطقطقی نے اپنی کتاب الفخری میں
کتابوں کے ایک شیدائی کا دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے
کہ:-

"کسی خلیفہ نے اسے شام کے وقت
تبادلۂ خیال کے لئے بلا بھیجا۔ عالم موصوف
نے خلیفہ کے حاجب کو کہا کہ "آپ خلیفہ
سے جا کر کہیں کہ اس وقت میرے پاس
چند معاون و مددگار ندیموں کا مجمع ہے
اور ان سے تبادلۂ خیال کر رہا ہوں،
ذرا دیر میں حاضر خدمت ہوں گا۔" حاجب
یہ جواب سُن کر لوٹ گیا اور جا کر خلیفہ کو
اُن عالم کا پیغام پہنچا دیا۔ خلیفہ نے حاجب
سے دریافت کیا "وہاں کون لوگ بیٹھے
ہوئے تھے؟" خادم نے جواب دیا کہ
"وہاں تو کوئی بھی نہ تھا۔" اس پر خلیفہ بڑا
برہم ہوا اور کہا کہ جاؤ جس حالت میں بھی
وہ ہوں انہیں ابھی لے آؤ۔ اُن کے آنے
پر خلیفہ نے پوچھا "وہ کون علماء تھے جو
آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے؟" وہ
کہنے لگے "وہ ایک ایسی جماعت تھی جس
سے علم حاصل ہوتا ہے، رہبری ملتی ہے
اور ناموری حاصل ہوتی ہے، آپ چاہیں
تو انہیں مُردہ تصور کریں اور چاہیں تو
زندہ اور سرگرم عمل سمجھیں۔ اس کے بعد
یہ اشعار پڑھے:-

لنا جلساءُ ما نملُّ حدیثهم
الِبّاءُ مامون غیبًا و مشهدًا
یفیدوننا من علمهم علم من مضی
وعقلًا و تادیبًا و رأیًا سددًا
فلا فتنة تخشی ولا سوء عشرة
ولا نتقی منهم لسانًا ولا یدًا
فان قلت امواتٌ فما انت کاذبٌ
وان قلت احیاءٌ فلست مفنّدًا

یعنی ہمارے کچھ دوست اور ساتھی ہیں
اور ہم ان کی باتوں سے ملول خاطر نہیں
ہوتے۔

وہ یعنی کتابیں ایسے دوست ہیں
جو غائب اور موجود ہونے کی حالت میں
بھی بڑے عقلمند اور قابل اعتماد ہیں۔
اور ہمارے یہ دوست اپنے علم کے ذریعہ
ذریعہ سے ہمیں ان لوگوں کے علم کا فائدہ
پہنچاتے ہیں جو گزر گئے اور اسی طرح یہ

---

[1] معجم الادباء جلد ۲ صفحہ ۳۱۵

ہمیں عقل، شائستگی اور سیدھی اور درست راستے کا فائدہ دیتے ہیں۔ نہ تو ہم ان کے کسی فتنے سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی ہم ان سے کسی بدسلوکی کی وجہ سے خائف ہیں اور نہ ہی ہمیں ان کی زبان کا ڈر ہے اور نہ ہی ان کے ہاتھ کا خوف ہے۔ اور اگر تم انہیں مردہ کہو تو تمہاری تکذیب نہیں کی جائے گی اور اگر کہو کہ وہ زندہ ہیں تب بھی تمہاری بات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔"[1]

مندرجہ بالا واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ لیلائے علم کے یہ دیوانے اور شمع حکمت کے پروانے کس طرح کتب کے لئے والہانہ شغف اور محبت کا اظہار کرتے اور کس طرح اپنی جان و مال تک ان پر نثار کرنے سے دریغ نہ کرتے۔

کتابوں کے دشمن

جہاں ہمیں کتابوں کے ایسے ایسے عشاق اور دیوانے نظر آتے ہیں وہاں کتابوں کے ایسے دشمن بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے کتابوں کی تباہی و بربادی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ ایسے بہتیرے کوتاہ بین اور دشمن علم انسانی ہاتھوں نے جس بے دردی کے ساتھ کتابوں کے قیمتی ذخیروں کو آگ اور پانی کی نذر کر دیا اس کی المناک داستان تاریخ کا ایک تاریک باب ہے۔ بہر حال اس سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ اگر ایک طرف انسان کتابوں کا بہت بڑا عاشق اور دلدادہ ہے تو دوسری طرف وہ کتابوں کا سب سے بڑا دشمن بھی ہے۔

دشمن کتابیں

کتب کی اہمیت و افادیت کے بیان میں ہم نے اب تک انہیں ایک فائدہ بخش، ہمدرد، اور وفا شعار دوست کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن اس تصویر کے ایک دوسرے رخ سے بھی نقاب سرکانا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اس دنیا میں جہاں کتابوں کے دشمن انسان پائے جاتے رہے ہیں وہاں بہت سی مخرب دین و ایمان اور سراسر جھوٹ پر مشتمل کتب بھی ملتی ہیں جو حضرت انسان کی دوست نہیں بلکہ خطرناک دشمن ہیں۔ فی زمانہ انسانی معاشرہ میں پائی جانیوالی بیسیوں قباحتیں اسی قماش کی کتب و رسائل وغیرہ کی رہین منت ہیں۔ اسلئے احمدی نوجوانوں کو کتب بینی کی ترغیب دینے کے ساتھ ہی ہم یہ تنبیہہ کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ دوست و دشمن کتابوں میں اچھی طرح تمیز کر لیا کریں اور گھٹیا، لچر، اخلاق سے عاری اور دین و ایمان کا ناس کر دینے والی کتب کے مطالعہ سے حتی الامکان پرہیز رکھیں۔ اگر ازدیاد علم کی خاطر ایسی کتب کا مطالعہ ضروری سمجھیں تو انکے ساتھ کثیر التعداد کتب، حکمت و دانش اور ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والی بھی زیر مطالعہ رکھیں تا ان دشمن کتب کے پیدا کردہ زہر کے لئے تریاق بھی ساتھ کے ساتھ مہیا ہوتا رہے۔

کتب کا صحیح انتخاب

چونکہ انسان کی زندگی اور اس کے قویٰ محدود ہیں، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ ہر ایک کتاب کو (باقی ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷ پر)

---

[1] الفخری لابن الطقطقی ص۱۰۔

مکرم شیخ غوث بخش صاحب (بی اے، بی ٹی)
ہیڈ ماسٹر ڈسٹرکٹ کونسل ہائی سکول مورو ضلع نواب شاہ

مَیں نے احمدیت کیوں قبول کی؟

صرف تین سال ہوئے ہیں مئی ۱۹۶۱ء میں میں نے احمدیت قبول کی ہے۔ میں نے میٹرک کا امتحان ۱۹۴۹ء میں پاس کیا تھا۔ مجھے اُس وقت احمدیت کی کچھ خبر نہ تھی۔ میرے والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ ایک قادیانی فرقہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ مہدی کا بابرکت زمانہ ہے۔ مہدی حضرت مرزا صاحب ہیں۔

میری واقفیت احمدیت سے فقط اتنی تھی کہ میں قادیانی کا لفظ جانتا تھا۔ لفظ احمدیت سے بھی ناواقف تھا۔ میں سنہ ۱۹۵۲ء میں ڈسٹرکٹ کونسل ہائی سکول نواب شاہ میں ٹیچر تھا اور اس وقت جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا تھا۔

۱۹۵۳ء والے فسادات بھڑک رہے تھے۔ میں اور نواب شاہ کے ایک اُور ٹیچر مل کر احمدیت کا بہت مذاق اڑایا کرتے تھے۔ میں آج اُس کی ندامت محسوس کرتا ہوں۔ پھر میری تبدیلی نواب شاہ سے ہالانی میں ہوگئی۔ وہاں کمیونسٹوں سے میرا واسطہ پڑا۔ وہاں میں یہ سمجھا کہ خدا کا کوئی وجود نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں مجھے ایسے لوگ ملے جنہوں نے مجھے خدا تعالیٰ کے وجود سے باغی کر دیا۔ میں وہاں سے مورو چلا گیا۔

ایک مرتبہ ریل گاڑی میں مجھے مکرم مولوی محمد عمر صاحب سندھی ملے۔ اُس وقت دو چار آدمی اُن کو تنگ کر رہے تھے اور اُن سے کہہ رہے تھے کہ اگر تم میٹرک پاس کر کے کسی دفتر میں بھی ملازم ہو جاتے تو تم کو کافی تنخواہ ملتی تھی۔ تم نے زندگی وقف کر کے خواہ مخواہ اپنی عمر تباہ کر لی ہے۔ مجھے فطرتاً ان کے ساتھ ہمدردی ہوگئی میں اُن کو اپنے دفتر میں لے گیا۔ انہوں نے مجھے صرف چند کتابیں دیں۔ میں نے کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ کتابیں کلام پاک اور حدیث کی باتیں ہی بیان کرتی ہیں۔ ہم خواہ مخواہ احمدیت کی مخالفت کرتے ہیں یہ تو عین قرآن اور حدیث کے مطابق ہیں۔ نواب شاہ میں ہم اِن کتابوں کو جادو بیان کہا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے اُس وقت اُن کو پڑھنا چھوڑ دیا۔ مورو سے میں محبت ڈیرا آ گیا وہاں کے ایک استاد جو پہلے غیر احمدی تھے لیکن آجکل ایک مخلص احمدی ہیں۔

وہ پہلے دن ہی مجھے کہنے لگے کہ کیا آپ کو مذہب سے دلچسپی ہے؟ مَیں نے کہا ــــــ "مجھے صرف خدا رسولؐ سے دلچسپی ہے" ان کے پاس احمدیت کی بہت سی کتابیں ایک لائبریری کی صورت میں تھیں حالانکہ وہ اُسوقت غیر احمدی تھے لیکن مَیں اُس وقت بجائے احمدیت کی کتابیں پڑھنے کے ناول کی کتب پسند کرتا تھا۔ ایک مرتبہ مَیں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی لسندن کی سنہ ۱۹۲۴ء والی تقریر (احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ ادارہ) کا ایک حصہ پڑھا۔ اُس میں موت کے بعد کے حالات بیان کئے گئے تھے۔ اُس سے مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ مَیں یہ محسوس کرنے لگا کہ یہ جماعت جھوٹی نہیں ہے۔ پھر مَیں نے احمدیت کو قبول کر لیا۔

میرے احمدی ہونے کے بعد میری بیوی کو ورغلایا گیا کہ تمہارا خاوند احمدی ہو کر تم کو طلاق دیدیگا لیکن اِس موقعہ پر میری بیوی نے نہایت دردمندانہ خط لکھ کر مجھ سے پوچھا کہ مَیں اُسے کیوں چھوڑ رہا ہوں۔ مَیں نے جواباً اُس کو لکھا تھا کہ مَیں تمہارے حقوق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کے مطابق ترک نہ کروں گا۔ چنانچہ میری بیوی نے ایک سال ہوا احمدیت قبول کر کے بیعت کر لی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک (احباب دعا فرماویں کہ میری اولاد کو بھی احمدیت نصیب ہو۔ آمین) احمدی ہونے کے بعد مَیں پنجگانہ نمازوں کو نہایت التزام سے پڑھنے لگا اور ذکرِ الٰہی کے بہت سے موقعے نصیب ہوتے۔

اُس زمانہ میں مَیں نے ذکرِ الٰہی کے نتیجہ میں بعض خوابوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کیا۔ ایک مرتبہ مَیں نے خواب میں ایک جامع مسجد کو دیکھا۔ اُس میں ایک بڑا اجتماع تھا۔ مجھے مشرق کی طرف سے ایک آواز آئی کہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مکان ہے اور وہ وہاں مقیم ہیں۔ پھر ایک شور پڑا کہ حضرت صاحب یہاں بھی آ گئے ہیں آؤ ان کو یہاں سے نکالیں لیکن وہ شور آہستہ آہستہ کم ہو گیا۔ ایک خادم نے مجھ سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ مَیں نے جواب دیا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ خادم نے کہا "اچھا بیٹھ جاؤ"۔

ایک دوسرے موقعہ پر مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہے ہیں۔ مجھے اُن کو دیکھ کر یوں لگ رہا تھا جیسے حقیقت ہو۔ اگرچہ وہ ایک خواب تھی۔ حضرت صاحب کا نورانی چہرہ دل میں اثر کرنے والا اور ناقابلِ فراموش تھا۔ مَیں اُسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ اُس وقت حضرت صاحب نے ایک جوتا پہنا ہوا تھا اور دوسرا جوتا مَیں نے اُن کو پہنایا تھا۔ اس سے مَیں نے یہ نتیجہ نکالا کہ مجھے احمدیت کی خدمت کی توفیق ملے گی۔ اس کے بعد مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب "احمدیت کا پیغام" کا سندھی زبان میں ترجمہ لکھنا شروع کر دیا۔ جو اِس وقت زیرِ طباعت ہے۔

احباب میرے لئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ میرے ایمان میں زیادہ قوت اور استقامت عطا فرمائے نیز میرا پورا خاندان بھی احمدی ہو جائے۔ آمین ؂

مکرم محمد رفیق صاحب ضیا
محمد نگر۔ لاہور

پژمردگی سے بچئے!

بے تابکی نگاہیں ..... یہ افسردہ چہرے ..... یہ لڑکھڑاتے قدم ..... زندگی کی نہیں مُردنی کی عکاسی کرتے ہیں ..... یہ کون ہیں؟ کیا ان کی زندگی امنگوں اور ولولوں سے خالی ہے یا کیا ان کی خواہشات و جذبات ختم ہو گئے؟ ــــــ انہیں اُمید کی روشنی کیوں نظر نہیں آتی۔ صرف اسلئے کہ یہ اپنی دنیا پر قناعت کر کے بیٹھ گئے ہیں، انہوں نے خود کو اپنی مختصر سی بے کیف دنیا میں مقید کر لیا ہے۔ انہوں نے زندگی سے ہار مان لی ہے۔ کنفیوشس کہتے ہیں کہ "اگر کوئی شخص اپنے آپ سے یہ نہیں پوچھتا کہ اب کیا کروں؟ ــــــ یا اب کیا ہوگا؟ تو اُس شخص کے بارے میں مَیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ شخص کیا کرے گا؟ ــــــ اس کا کیا ہوگا؟" سادہ لفظوں میں ماہر تخیّلات کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے جذبات سرد ہو چکے ہوں وہ دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ جس کے خیالات جامد ہو گئے ہوں وہ عملی زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی وہ اپنی اس مختصر سی زندگی سے حظّ اٹھانے کے قابل ہے۔ ماہر فلسفہ کا خیال ہے کہ زندگی کا حظّ اٹھانے کے لئے موزوں ترین شخص وہ ہے جو بے باک ہو، جسے کسی چیز کا ڈر نہ ہو۔ جس میں جذبے کی گرمی ہو..... الغرض جذبات نہ ہوں تو زندگی کا سفر شروع نہ ہوگا۔ جذبات ہی زندگی کی روح رواں ہیں۔ تاروں کی روشنی ہیں۔ شعر کے جادو ہیں۔ پھولوں کے حُسن ہیں۔ پرندوں کی خوبصورتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بس انہی کے دم سے عالم میں آب و رنگ۔ اور زندہ دلی کا جذبہ ہے جذبات ہی انسانی دل میں وہ گرمی اور وہ ہمّت پیدا کرتے ہیں جن کی بدولت ہم زندگی کے حقائق کا سامنا کر پاتے ہیں۔ اور یاد رکھئے وہی زندگی، زندگی کہلانے کی مستحق ہے جس میں ولولے ہیں، امنگیں ہیں، جذبات ہیں۔ حقیقت میں ہماری زندگی ہی خواہش کا دوسرا نام ہے۔ خواہش تحریک کرتی ہے، جذبات قوتِ عمل کو بروئے کار لاتے ہیں اور زندگی نکھرنے لگتی ہے۔

ہر فرد جو زمین کے چکّر کو کولھو کے چکّر کی مانند سمجھتا ہے اس کی فطرت یہ کہنے پر مجبور ہوتی ہے کہ ہماری دنیا ایک ہوٹل کی مانند ہے جہاں ہر گاہک یہ سمجھتا ہے کہ جو کھانا اس کے سامنے رکھا ہے وہ اتنا لذیذ نہیں، البتہ اسے ہر دوسرے گاہک کے سامنے رکھا ہوا کھانا بے حد لذیذ اور عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس دنیا میں کوئی شخص اپنے حال پر قانع نہیں ہوتا۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا

قالب اختیار کر لے اور وہ سب کچھ بن جائے جو اُس کے بس میں نہیں۔ اور اسی مشاہدے کے تحت ماہر اقتصادیات کہتے ہیں کہ آدمی کی خواہشات لامحدود ہیں۔ جوں جوں اُسکے ذرائع بڑھتے جاتے ہیں اُس کے ساتھ ساتھ اُس کی خواہشات بھی بڑھتی جاتی ہیں۔

جونہی خدا تعالیٰ ہمارے وجود کو اس دنیا میں ظاہر کرتا ہے، ایام طفولیت میں ہم والدین کے سایۂ عاطفت میں رہتے ہیں تو ہمارا جی یہ چاہتا ہے کہ ہمارے سامنے ہر طرح کا سامانِ خورد و نوش دھرا ہوا اور ہم ہر وقت کھاتے پیتے رہیں۔ کچھ بڑے ہوتے ہیں اور کھیل کود میں لگ جاتے ہیں تو اُس وقت ہماری یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہم اپنے کھیل میں خوب مہارت پیدا کر لیں تاکوئی ہم سے جیت نہ سکے۔ اور اس سے آگے چل کر ہم اپنے ہم جولیوں اور ہم صحبتوں میں ممتاز مقام حاصل کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اور جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو اُس وقت اور خواہشیں ہوتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ہم طبعاً چاہتے ہیں کہ ہم اپنی سوسائٹی، کاروبار اور دفتر میں باوقار حیثیت سے دیکھے جائیں اور دوسرے لوگ ہماری اہمیت کو خاص طور پر محسوس کریں۔ گویا ہر انسان کو یہ خواہش ستاتی رہتی ہے کہ وہ اپنے کولھو کے چکر سے کسی طرح نکلے اور چاہتا ہے کہ وہ جو نہیں ہے وہ بن سکے۔!!

اور یہی بننے کی خواہش ہے جو ہم سے بہت کچھ کرواتی ہے۔ ہم اپنی زندگی کے ہر دور میں اپنی تمام ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو اسی مقصدِ عظیم میں صرف کرتے ہیں تاکہ اپنی تمام خواہشات کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ لیکن یہ صورتِ حال ہر وقت کارفرما نہیں ہوتی اور نہ ہی ہر دم کامیابی ہماری خواہشات کے قدم چومتی ہے۔ بلکہ جدوجہد کی نسبت بہت کم کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اِس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص جو چاہتا ہے اُسے فوراً حاصل نہیں کر سکتا بلکہ طرح طرح کے مصائب اور دُکھوں کا سامنا کرتا ہے اور تب اس کی زندہ دلی اُس کو زندہ ہونے کا ثبوت دیتی ہے۔ الغرض ذاتی تجربات، تعلیم و تربیت اور تحصیلِ علم پر جو وقت صرف ہوتا ہے وہ رائیگاں نہیں جاتا بلکہ آئندہ زندگی کے لئے تیار کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ پژمردگی کو اس کی مُردہ حالت میں مدفون کر دیتا ہے۔ اور بہتر مقام حاصل کرنے کی خواہش یہ زندہ دلی کا شاہکار بنتا ہے۔ پس زندگی کی دوڑ میں پژمردگی اور زندہ دلی کا موازنہ کر سکنے والا شخص ضرور کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

اس دنیا میں جو چیز بھی وجود میں آتی ہے پہلے وہ خیالی دنیا میں جنم لیتی ہے۔ ہنری فورڈ نے انجن دیکھ کر ایسی گاڑی تیار کرنے کی ٹھان لی جو گھوڑوں کے بغیر کارفرما ہو۔ اور یہی خیال کار کی ایجاد کا موجب بنا۔ نئے ممالک کے دریافت کرنے والوں نے اُن دیکھی زمینوں کو پہلے تصوّر میں دیکھا اور پھر اسی تصوّر نے ان نئی دنیاؤں تک ان کی راہنمائی کی۔ الغرض آپ کے خیالات آپ کے محرّک بنتے ہیں۔ کیونکہ ہر مسرّت اور اچھے جذبات آپ کی منازل پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ اُن کی وجہ سے رگوں میں خون کی روانی تیز تر ہو جاتی ہے اور تمام اعصاب اپنے اپنے مقام پر بروئے کار آجاتے ہیں۔ اور اپنے فرائض کو بطریقِ احسن انجام دیتے ہیں تب آنکھوں

میں اُمید کی کرن چمک اُٹھتی ہے اور آپ اپنے اندر ایک خاص تبدیلی محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ آپ کے اچھے خیالات اور قابلِ اطمینان رویہ کے شاہد ہیں لیکن اس کے برعکس اگر آپ کے خیالات منتشر، پراگندہ، رویہ متذبذب، خراب، اور ناقابلِ اطمینان ہوں گے تو اسی کا دوسرا نام پژمردگی ہے جو انسانی اعضاء کی حرکت کو روک کر انہیں سُستی، کاہلی، بے چینی اور ناامیدی ڈال کر اس کی مُردہ روح کو اسی حالت پر قناعت کے قابل بناتی ہے۔

لیکن جس طرح آپ کی جسمانی صحت کے لئے ہوا، پانی، غذا، اور محنت نہایت ضروری ہے اسی طرح دماغ کی صحت کے لئے بھی چار اشیاء کا ہونا ضروری ہے:۔

اوّل۔ تحفّظ:۔ معاشی تحفّظ، تاکہ وہ اپنی ضروریات کا خود کفیل ہو سکے۔ اچھی تندرستی، سماجی وقار، اچھا پیشہ، دولت، خویش و اقارب سے محبت، میل جول وغیرہ سب چیزیں تحفظات کی فہرست میں شامل ہیں۔

دوم۔ مہم جوئی:۔ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ ہر شخص اپنے دل میں کم یا زیادہ اس خواہش کو دبائے ہوئے ہے کہ وہ اپنے طور پر کچھ نئی چیزیں دریافت کرے اور یہی شوق ہمیں کچھ زحمتیں گوارا کرنے کی دعوت بھی دیتا ہے اور یہی جذبہ بڑی سے بڑی مہم کو سر کر لینے پر اُکساتا ہے۔ ہم سب زندگی کی یکسانیت سے بہت جلد اُکتا جاتے ہیں اور تبدیلیاں پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر ہم اپنی اس قسم کی خواہش کو کبھی کبھار پوری نہ کریں تو دل میں کچھ نہ کچھ گھٹن پیدا ہوتی ہے۔

سوم۔ اظہارِ شخصیت:۔ اپنی شخصیت کے اظہار کی خواہش ہر انسان کے دل میں کم و بیش پائی جاتی ہے۔ ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ دوسروں سے بات چیت کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالے۔ اپنی خواہشات اور دلچسپیوں کو ان پر ظاہر کرے۔ اظہارِ محبت، دوستوں سے وابستگی بھی اظہارِ شخصیت ہی کے انداز ہیں۔

چہارم۔ قبولیت:۔ ہر فرد کے اندر کم و بیش یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ وہ کسی بات میں دوسرے سے آگے بڑھ جائے اور مقبولیت حاصل کرے۔ دوسرے لوگ اس کی تعریفیں کریں۔ اس کے دوست اور خاندان کے افراد اس کی اہمیت کو محسوس کریں۔ اگر ہم کوئی اچھا کام کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ اس کی خاطر خواہ تعریف نہیں کرتے تو ہمیں اس کا کچھ نہ کچھ ملال ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے ماہرینِ نفسیات یہ کہتے ہیں کہ فرد تعریف کا بھوکا ہے۔"

یہ یاد رکھئے کہ آپ کا مستقبل صرف حصولِ دولت کا ہی تحفظ نہیں چاہتا بلکہ آپ کو اپنے دوسرے تحفظات کا خیال رکھنا بھی لازمی ہے۔ جہاز کے سفر میں کبھی ایک لنگر پر بھروسہ نہ کیجئے۔ اس کے ساتھ دوسرا لنگر بھی ضروری ہے۔ تاکہ اگر ایک لنگر طوفان میں بہہ جائے تو دوسرے کو بروقت استعمال کیا جا سکے۔

اسی طرح ہمارے سفینۂ حیات کو بھی طرح طرح کے طوفانی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہذا ہمیں بھی سفرِ حیات کے سلسلہ میں صرف ایک ہی قسم کے تحفظات پر قناعت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اس کا دینی اور دنیوی دونوں طریقوں سے جائزہ لینا چاہیئے۔ تاکہ ہمارے جذبات ہمیں کچھ ایسا کرنے پر مجبور نہ کر دیں جو اسلامی روایات کے خلاف اور عزتِ رسولؐ پر داغ ہے۔ پس زندہ دلی اسی جذبہ کو کہتے ہیں کہ جس میں ہر پہلو موجود ہو۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ صرف ایک تحفظ کی خاطر اس کی پژمردگی اور زندہ دلی کا ہونا ہی قائم دائم ہے تو وہ حقیقت سے دور ہے اور مغربیت کے تاثرات سے متاثر ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ اپنی رفتار بھی بدلنی چاہیئے لیکن رفتار کی چال کے ہر رُخ کو دیکھنا ضروری ہے۔ پس جذبات میں آکر کسی چیز کو کر لینا یا اپنا لینا زندہ دلی نہیں بلکہ پژمردگی کی انتہا ہے +

ہجری شمسی کیلنڈر والے مضمون میں

ایک غلطی کی نشاندہی

جناب نذیر احمد خان صاحب شاد بی۔ اے، ایل ایل بی مانسہرہ سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"مکرمی۔ السلام علیکم۔ جنوری (صلح) ۶۲ء کے خالد میں صفحہ چالیس پر لطیف احمد صاحب عارف کا ایک مضمون بعنوان "سن ہجری شمسی۔ نیا اسلامی کیلنڈر" شائع ہوا ہے جس میں ایک صریح غلطی نظر آتی ہے ممکن ہے اس کی کوئی دیگر توجیہ ہو لیکن بادی النظر میں یہ غلطی ہے جو درج ذیل ہے:۔

ماہِ مارچ کو "امان" اسلئے کہا گیا کہ اس ماہ میں حضورؐ نے فتح مکہ کیا اور قریش مکہ کو امان بخشی جبکہ ماہِ دسمبر کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ حضورؐ نے دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ مکہ فتح کیا اسلئے اسے "فتح" کا نام دیا گیا۔ کیا فتح مکہ ایک ہی واقعہ نہیں ہے؟ اگر ایک ہی ہے اور زیادہ درست یہی معلوم ہوتا ہے تو یہ علیحدہ علیحدہ دو موقعوں پر کس طرح وقوع پذیر ہو گیا اور تین چار مہینوں کے وقفہ کے بعد؟ وضاحت فرماویں۔"

خالد "مضمون کے اس حصہ میں واقعی کچھ غلطی رہ گئی ہے۔ جس کی نشاندہی کرنے پر ہم مکرم شاد صاحب کے بہت ممنون ہیں۔ ماہِ مارچ کا نام امان رکھنے کی جو وجہ خود سیدنا حضرت فضل عمر ایدہ اللہ نے بیان فرمائی ہے اس کے مطابق اس ماہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر لوگوں کو امان دینے کا اعلان کیا گیا۔ اور یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد عام معافی کے واقعہ کے کافی عرصہ بعد پیش آیا تھا۔ سو قارئین کرام اس غلطی کی تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

شعبۂ اشاعت مرکزیہ

مجالس خدام الاحمدیہ کی مساعی کا سہ ماہی جائزہ

از یکم نومبر ۱۹۶۳ء تا ۳۱؍ جنوری ۱۹۶۴ء

گزشتہ سہ ماہی کے دوران مجالس خدام الاحمدیہ کی کارگزاری کا جائزہ لینے سے قبل اس حقیقت کا اظہار کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مجالس رپورٹیں بھجوانے کے معاملہ میں افسوسناک حد تک سستی برت رہی ہیں ایسی مجالس کے متعلق مرکز یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ یہ بالکل کام نہیں کر رہی ہیں۔ حالانکہ تھوڑا بہت کچھ نہ کچھ کام تو ہر مجلس میں ہو رہا ہوتا ہے۔

عرصہ زیر رپورٹ میں صرف ۱۲ مجالس ایسی پائی گئی ہیں جن کی رپورٹ کارگزاری ہر ماہ مقررہ تاریخ سے پہلے وصول ہوتی رہی۔ یعنی مجلس راولپنڈی، لائل پور، لاہور، گھوڑ و وڑ کالا، چک ۹۶ لائل پور، چنگا بنگیال، چک سکندر، بدوملہی، چک منگلا، محمد آباد، میرپور، اور گجرات۔ بقیہ مجالس میں سے ۲۹ مجالس نے دو ماہ کی رپورٹ تو بروقت بھیجی ہے مگر تیسرے ماہ سستی دکھائی ہے۔ ۶۲ مجالس صرف ایک ماہ کی رپورٹ بروقت بھجوا پائی ہیں، بقیہ چار ساڑھے چار صد مجالس سے کوئی رپورٹ نہیں موصول ہو سکی۔ اللہ کرے کہ آئندہ سہ ماہی کے جائزہ میں پہلے گروپ کی تعداد میں وہ چند اضافہ ہو اور گمشدہ مجالس پر مشتمل اس آخری گروپ میں اسی نسبت سے کمی واقع ہو جائے۔

ذیل میں چند مجالس کی کارگزاری کے بعض نمایاں حصے دیگر مجالس کو مسابقت الی الخیر کی تحریص دلانے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ مجلس چک ۵۹۱ گ ب گنگا پور۔ یوم قادیان منایا گیا۔ تین وقار عمل ہوئے۔ جن کے ذریعہ خدام نے ۵۰ فٹ لمبی کچی سڑک بنائی۔ ۶ مسافروں کو کھانا کھلایا گیا۔ تین مریضوں کی عیادت کی گئی۔

۲۔ پتوکی ضلع لاہور۔ خدام کی تعداد ۲۴ ہے۔ ۴ مریضوں کی عیادت کی گئی۔ ۱۱۷ روپے ضرورتمند افراد میں تقسیم کئے گئے۔ ایک نادار طالب علم کی مدد کی گئی جس سے وہ اپنی تعلیم جاری رکھنے کے قابل ہو گیا۔ نیز اس کے قیام و طعام کا بندوبست کیا گیا۔ ایک مہینہ تک نائٹ کلاس جاری رہی۔

۳۔ کھاریاں۔ چار خدام نے ۵۰ گھنٹے تبلیغ کیلئے وقف کئے۔ ۲۰۰ تبلیغی پمفلٹ تقسیم کئے۔ ۶ خادم حج سکیم میں شامل ہوئے۔

۴۔ لاٹھیانوالہ ضلع لائلپور۔ ۱۰ خدام نے

۱۵ گھنٹے پیغام حق پہنچانے کے لئے وقف کئے اور ۱۰۰ پمفلٹ تقسیم کئے۔ اجتماعی وقار عمل میں ۲۸ خدام نے ایک گھنٹہ کام کیا۔ ۲۵ مسافروں کو کھانا کھلایا گیا۔

۵۔ **انور آباد ضلع لاڑکانہ** ۔ ۵ خدام نے ایک ایک دن اصلاح و ارشاد کے کام کیلئے وقف کیا اور ۵۰ پمفلٹ تقسیم کئے۔ چار اجتماعی وقار عمل کئے گئے۔

۶۔ **محمود آباد ضلع جہلم** ۔ دو خدام نے ایک ایک دن جماعتی کاموں کے لئے وقف کیا۔ ۱۰۰ پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ دو مرتبہ وقار عمل ہوا۔ ۱۵۰ نادار افراد کو کھانا کھلایا گیا۔

۷۔ **جوہر آباد** ۔ کل ۸ خدام ہیں۔ ہر خادم نے ایک دن سے زائد وقت اصلاح و ارشاد کے کاموں میں صرف کیا۔ ایک وقار عمل کیا گیا۔

۸۔ **ایبٹ آباد** ۔ ۲۵ افراد زیر تربیت ہیں۔ قرب وجوار کے دوصد اصحاب کے ایڈریس جمع کر کے انہیں سلسلہ کا کچھ لٹریچر ڈاک کے ذریعہ روانہ کیا گیا۔

۹۔ **کوٹلی** (آزاد کشمیر) کل ۲۶ خدام میں سے ۱۰ قرآن کریم باترجمہ جانتے ہیں۔ باقی سب ناظرہ قرآن کریم پڑھ سکتے ہیں۔ متعدد تربیتی اجلاس ہوئے۔

۱۰۔ **گوجرانوالہ** ۔ ۱۰ مستحق افراد کی امداد کی گئی۔ ۴۵ مریضوں کی عیادت کی گئی۔ ۴۰ افراد زیر تربیت ہیں۔ ۱۵ خدام نے ایک ایک دن پیغام حق کی اشاعت کے لئے وقف کیا۔ دو مرتبہ وقار عمل ہوا جس میں خدام نے ۷ گھنٹے تک اپنے ہاتھ سے رفاہ عامہ کے کام کئے۔ درس و تدریس اور تربیتی اجلاس باقاعدگی سے ہوتے رہے۔

۱۱۔ **رحیم یار خان** ۔ ۲۰۰۰ تربیتی و اصلاحی پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ خدام کی مساعی کے نتیجہ میں بفضلہ تعالیٰ دو افراد بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ تربیتی اجلاس باقاعدگی سے ہر ماہ ہوتے رہے۔

۱۲۔ **پنڈ و ملہی** ۔ ۶ مرتبہ اجتماعی وقار عمل ہوا۔ ۳۰ خدام نے کل ۶ گھنٹے تک اپنے ہاتھ سے کام کیا۔ ۲ خدام نے اپنا پیشہ دوسرے خدام بھائیوں کو مفت سکھایا۔ ایک ہزار اصلاحی پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔

۱۳۔ **چک ۹۶ گ ب ضلع لائلپور** ۔ ۱۰ خدام نے ایک ایک دن خدمت دین کے لئے وقف کیا۔ چار اجتماعی وقار عمل ہوئے۔ ۳۰ ناخواندہ افراد کو خطوط لکھ کر دیئے۔ ۱۵ مریضوں کو ٹیکے مفت لگائے گئے۔ ۲۵ غریب افراد کو کھانا کھلایا گیا۔

۱۴۔ **راولپنڈی** ۔ نئے سال کا کیلنڈر شائع کیا گیا۔ رسالہ خالد کے ۱۰ اور تشحیذ کے ۱۵ نئے خریدار بنائے گئے۔ ۱۰ خدام نے ۴ گھنٹے تبلیغ کے لئے وقف کئے۔ ۱۰ خدام نے ایک ایک دن اور ۲۵ خدام نے ۷ دن اس کام کے لئے وقف کئے۔

۵۰۰ پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ ۱۲ خدام نے سنیما بینی
ترک کر دینے کا عہد کیا۔ دو خدام سے سگریٹ نوشی
کی قبیح عادت چھڑوائی گئی۔ حلقہ جات میں وقار عمل ہوتے
رہے۔ ایک بار مرکزی طور پر وقار عمل کیا گیا۔ ۲۱ بیکار
افراد کو ملازمت دلوائی گئی۔ ۳۰ بیماروں کی عیادت
کی گئی۔ ایک بے ہوش مریض کی طبی امداد کی گئی
اور بعد ازاں بحفاظت اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔

۱۵۔ لائلپور۔ ایک خادم نے خدمت دین کیلئے اپنی
زندگی وقف کر دی۔ چالیس خدام نے خود بھوکے
رہ کر اپنا کھانا غریب افراد کو کھلایا۔ بارہ صد مریضوں
کو مفت ادویات دی گئیں۔ ۱۲۰ ٹیکے مفت لگائے
گئے۔ چار اجتماعی وقار عمل ہوئے۔ ۳۰۰ ٹریکٹ تقسیم
کئے گئے۔ ایک شخص نے جلسہ سالانہ کے موقع پر بیعت کی۔

۱۶۔ لاہور۔ بارہ خدام نے رضاکارانہ طور پر خون
کا عطیہ دیا۔ پانچ بیکار افراد کو ملازمت دلوائی گئی۔
۱۳۳/- روپے کی رقم سے غرباء کی مدد کی گئی۔ ۲۸ مریضوں
کی عیادت اور ۶۰ مریضوں کا مفت علاج کیا گیا۔
۵۶۷۵ پمفلٹ اور ۱۶ کتب تقسیم کی گئیں۔ ۸۰ افراد کو
احمدیت سے روشناس کرایا گیا۔ ۳۴ خدام نے ایک ایک
دن پیغام حق کی اشاعت کیلئے وقف کیا۔ حلقہ جات
میں ۲۰ وقار عمل ہوئے جن میں کل ۱۰۰ خدام نے ۱½
گھنٹے ہاتھ سے کام کیا۔ رسالہ خالد کے دو نئے خریدار
بنائے گئے۔ قافلہ قادیان کی روانگی اور واپسی کے
موقع پر خدام نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

۱۷۔ ربوہ۔ دو محلہ جات میں شعبہ تعلیمی کلاسیں جاری
کی گئیں۔ ۳۰ خدام نے ایک ایک دن تبلیغ کیلئے وقف
کیا۔ ۸۰۰ تبلیغی ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔ ۲۱۲۰ تبلیغی خطوط
لکھے گئے۔ ۶۶۰۰ دوسرے پمفلٹ بانٹے گئے۔ ۹
افراد نے بیعت کی۔ ۶ بیکار افراد کو روزگار دلایا گیا۔
۶ خدام سے سگریٹ نوشی ترک کرنے کا وعدہ لیا گیا۔
حلقہ جات میں کل ۵۲ وقار عمل ہوئے۔ فی وقار عمل
اوسطاً بیس بیس خدام نے پونے دو دو گھنٹے کام کیا۔
رسالہ خالد کے ۱۱۵ اور تشحیذ کے ۵ نئے خریدار بنائے گئے۔

۱۸۔ کراچی۔ ۱۷ خدام نے قرآن کریم کے کل ۶۷ رکوع
اور ۳۲ سورتیں زبانی یاد کیں۔ ۲۸ خدام نے ۱۴۲
احادیث یاد کیں۔ مجلس کی ڈسپنسریوں کے ذریعہ ۷۴۹۵
مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ۲۲۸ غرباء کو ۶۵۰.۷۹ روپے
بطور امداد دیئے گئے۔ ۱۶۹ افراد کو کھانا کھلایا گیا۔
۳۱ بے روزگار افراد کو تلاش کر کے دیا گیا۔ ۲۶۵۶
روپے بطور قرضہ حسنہ دیئے گئے۔ ایک خادم نے
خدمت خلق کے طور پر دوسرے خادم کی جگہ ۲۱۶
گھنٹے ڈیوٹی دی۔ ایک خادم نے سگریٹ نوشی
ترک کی۔ ۶ وقار عمل کئے گئے جن میں ۶۸ خدام نے
قریباً ایک ایک گھنٹہ ہاتھ سے کام کیا۔ خالد و تشحیذ
کی توسیع اشاعت کے لئے یکصد روپیہ بطور
عطیہ دیا گیا۔

نوٹ:- مجالس کی مساعی کے متذکرہ کوائف کسی قدر عجلت میں جمع کئے
گئے ہیں اور ہو سکتا ہے بعض مجالس کی مساعی نظر انداز ہو گئی
ہوں آئندہ سہ ماہی جائزہ میں انشاء اللہ اس کی تلافی کر دی جائیگی۔

(مہتمم اشاعت مرکزیہ)

مرکز میں صنعتی کلاسوں کے سلسلہ کا آغاز

شعبہ صنعت و حرفت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام امسال ربوہ میں متعدد صنعتی تربیتی کلاسوں کے انعقاد کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی کلاس مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۶۳ء سے ۵ دسمبر ۱۹۶۳ء تک جاری رہی۔ اسمیں شمولیت کیلئے چالیس کے قریب خدام نے درخواستیں دیں لیکن عدم گنجائش کی بناء پر صرف دس خدام کو چنا گیا۔ اس کلاس میں جس کا انعقاد فضل عمر ہوسٹل میں ہوا خدام کو فرنیچر پالش کرنے کا مکمل کام سکھایا گیا۔ خدام بہت شوق اور باقاعدگی سے اس میں شامل ہوتے رہے۔

کلاس کے آخری روز (۵ دسمبر ۱۹۶۳ء) صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب بنفس نفیس تشریف لائے۔ آپ نے خدام کو کام کرتے ہوئے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور سب حاضر خدام کو ایک پرمغز خطاب سے نوازا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایسی قابلیتیں رکھ دی ہیں کہ اگر انسان ان کو استعمال میں لائے تو طوفان برپا کر سکتا ہے۔ اکثر انسان اپنے دل میں جھانکنے کی کوشش نہیں کرتے اور ہمیشہ دوسروں کے غلام رہتے ہیں اور خود راہنمائی نہیں کر سکتے لیکن اگر انسان اپنے اندر عزم و شوق پیدا کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ دوسروں پر اثر کرنا شروع نہ کرے۔ محترم صدر صاحب نے مزید فرمایا کہ آپ لوگوں کا مقصد بہت بالا ہے۔ آپ نے دنیا کو فتح کر کے لوگوں کے دلوں میں یہ یقین پیدا کرنا ہے کہ خدا پر ایمان لائے بغیر کامیابی ممکن نہیں ... آپ نے صنعت و حرفت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں کے لئے صنعت سیکھنا ضروری ہے اور آپ کو اپنے ہاتھ سے زیادہ سے زیادہ کام کرنا چاہیئے۔ بدقسمتی سے نوجوانوں میں تصور یہ ہے کہ علم صرف روزی کمانے کیلئے ہی حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ تصور علم کو گندہ کرنے اور بیچنے کے مترادف ہے اور یہ تصور انکو اپنے اصلی مقام سے گرا رہا ہے۔ صنعت پر زور دیتے ہوئے آپ نے مزید فرمایا کہ جبتک آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہاتھ سے کام کرنا ہمارے لئے موجب فخر ہے اسوقت تک آپ صنعت میں ترقی نہیں کر سکتے۔ ملک کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کیلئے صنعت و حرفت کی طرف ضرور توجہ کریں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ اعلیٰ اخلاق کے بغیر اعلیٰ کامیابی ناممکن ہے اور نہ ہی کام میں برکت ہو سکتی ہے۔ آپ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضورؐ خود اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ ہم کام کرنے کو عار سمجھیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہمت پیدا کی جائے اور عزم و استقلال سے کام شروع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پورے عزم و شوق سے خدمتِ دین اور تعمیری کام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ خطاب کے بعد آپ نے دعا کروائی اور اس طرح یہ پہلی صنعتی کلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

مرکزی شعبۂ صنعت کی طرف سے اس سلسلہ کی دوسری صنعتی کلاس میں پھلوں کے رس سے عمدہ معیاری سکوئیش (SQUASH) تیار کرنا سکھایا جا رہا ہے۔ یہ کلاس ابھی جاری ہے اسلئے اس کی مفصل روداد طریق کار وغیرہ کے تفصیلی بیان کے ساتھ انشاء اللہ خالد کے آئندہ شمارہ میں پیش کی جا سکے گی۔

نیز جملہ خدام کی آگاہی کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ شعبہ ہذا صنعتی و تجارتی راہنمائی کیلئے ایک پروگرام تجویز کر رہا ہے خدام مشورہ یا معلومات کیلئے مرکز کو مطلع کریں۔ (مہتمم صنعت و تجارت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

قیادت ضلع لاہور کی تربیتی کلاسیں

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے زیر اہتمام نئے سال میں اب تک تین مختلف مقامات پر مختصر طرز کی تربیتی کلاسیں منعقد ہو چکی ہیں۔ ان میں سے آخری دو کلاسوں کی مختصر رو داد پیش ہے:-

۱- شمس آباد کلاس:- یہ کلاس ۲۵ر جنوری کو بعد نماز عصر شروع ہو کر اگلے روز بعد نماز عصر اختتام پذیر ہوئی۔ شمس آباد کے بارہ اور پتو کی کے آٹھ خدام نے شرکت کی۔ انصار و اطفال کو شامل کرتے ہوئے کل تعداد ۴۳ ہو گئی۔ رات کے عام اجلاس میں مزید احمدی مردوں عورتوں کے علاوہ ۱۰-۱۱ غیر احمدی دوست بھی شامل ہوئے۔ مکرم منور احمد صاحب جاوید نائب قائد ضلع نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض اور آپ کی تعلیم کا خلاصہ مختصر الفاظ میں بیان کیا۔ مکرم فضل الرحمن صاحب انسپکٹر تحریک جدید نے حاضرین کے سامنے دعوت احمدیت پیش کی۔ نیز احمدی دوستوں کو اپنا فرض پہچاننے اور قربانیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی تلقین کی۔ نیز آپ نے بیرونِ پاکستان تبلیغ احمدیت کے حالات اور جماعت کی طرف سے تعمیر کردہ مساجد وغیرہ کی سلائیڈز دکھائیں۔ جن سے جملہ حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

اس کلاس کے پروگرام میں دعاؤں، ذکرِ الٰہی، درود شریف اور تہجد وغیرہ کیلئے الگ الگ وقت رکھا گیا تھا۔ اسی طرح خدام کو دو گھنٹے تک وقار عمل کی عملی مشق کروائی گئی۔ چنانچہ ۹۰ فٹ لمبی اور ۱۲ فٹ چوڑی کچی سڑک تعمیر کر کے خدام نے اس گاؤں کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کلاس تربیتی و تبلیغی اغراض کو پورا کرنے والی ثابت ہوئی۔

۲- شاہدرہ:- یہ دو روزہ کلاس مسجد احمدیہ شاہدرہ میں ۸، ۹ فروری کو انعقاد پذیر ہوئی۔ افتتاحی اجلاس بعد نماز عصر مقامی صدر صاحب جماعت کی زیر صدارت شروع ہوا۔ صاحب صدر کے علاوہ مکرم منور احمد صاحب جاوید نے حاضرین سے خطاب کیا۔ نماز عشاء و تراویح کے بعد شبینہ اجلاس ہوا جس میں مکرم فضل الرحمن

صاحب نے تحریک جدید کے ذریعہ بیرونِ پاکستان میں تبلیغی مساعی سے متعلق سلائیڈز دکھائیں اور ساتھ ساتھ بڑے مؤثر انداز میں نوجوانوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی۔ بعد نماز فجر مکرم صوفی علی محمد صاحب معلم وقفِ جدید نے قرآن کریم کا درس دیا۔ اور اپنے مخصوص دلچسپ انداز میں خدام کو اپنے دل میں خدا کا سچا عشق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ شمس آباد کی طرح یہاں بھی خدام نے لگاتار دو گھنٹے تک اجتماعی وقار عمل کیا اور ۱۵۰×۳۰ فٹ نشیبی جگہ کو بڑے فاصلہ سے سروں پر مٹی کی ٹوکریاں لا لا کر ہموار کیا۔

ذکر الٰہی، درود، اور تہجد کا موقع دینے کے علاوہ ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضؓ کے پیغامات بھی سنائے گئے۔

اختتامی اجلاس میں جو محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعتہائے ضلع لاہور کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مکرم شیخ ریاض محمود صاحب قائد لاہور نے "کامیاب تنظیم" کے موضوع پر جامع تقریر کی۔ قائد صاحب شاہدرہ نے اپنی مجلس کی رپورٹ پیش کی۔ پھر محترم صدرِ مجلس اور مکرم قائد صاحب ضلع کے پیغامات سنائے گئے۔ آخر میں محترم امیر صاحب نے بڑے مؤثر طور پر حاضرین کو قربانیوں میں بڑھنے، اپنے دلوں کو خدا تعالیٰ کے عشق سے منور کرنے اور خدمتِ دین کو اپنا شعار بنا لینے کی تلقین فرمائی۔ عہد دہرانے اور دعا کے ساتھ اس کلاس کے خاتمہ کا اعلان کیا گیا۔

(نامہ نگار)

جماعت کی چار دیواریں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"میری غرض انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کی تنظیم سے یہ ہے کہ عمارت کی چاروں دیواروں کو مکمل کر دوں۔ ایک دیوار انصار اللہ ہیں۔ دوسری دیوار خدام الاحمدیہ ہیں۔ تیسری دیوار اطفال الاحمدیہ ہیں۔ اور چوتھی دیوار لجنہ اماء اللہ ہیں۔"

پس احباب جماعت عموماً اور عہدیداران جماعت خصوصاً اس طرف توجہ فرمائیں ــــ تا **اطفال الاحمدیہ** کی دیوار اُن کے ہاں قائم ہو جائے اور وہ چستی سے کام کرے۔ تا آپ کی جماعت ترقی کی دوڑ میں دوسروں سے پیچھے نہ رہ جائے۔

نوٹ:- پاکستان میں احمدی جماعتیں ایک ہزار کے قریب ہیں مگر صرف ۲۵ مجالس اطفال الاحمدیہ کی طرف سے رپورٹیں باقاعدگی سے آتی ہیں۔

(مہتمم اطفال مرکزیہ)

صاحب نے تحریک جدید کے ذریعہ بیرونِ پاکستان میں تبلیغی مساعی سے متعلق سلائیڈز دکھائیں اور ساتھ ساتھ بڑے مؤثر انداز میں نوجوانوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی ۔ بعد نماز فجر مکرم صوفی علی محمد صاحب معلم وقفِ جدید نے قرآن کریم کا درس دیا ۔ اور اپنے مخصوص دلچسپ انداز میں خدام کو اپنے دل میں خدا کا سچا عشق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی ۔ شمس آباد کی طرح یہاں بھی خدام نے لگاتار دو گھنٹے تک اجتماعی وقارِ عمل کیا اور ۳۰×۱۵ فٹ نشیبی جگہ کو بڑے فاصلہ سے سروں پر مٹی کی ٹوکریاں لا لا کر ہموار کیا ۔

ذکرِ الٰہی، درود، اور تہجد کا موقع دینے کے علاوہ ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضؓ کے پیغامات بھی سنائے گئے ۔

اختتامی اجلاس میں جو محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعتہائے ضلع لاہور کی صدارت میں منعقد ہوا ۔ مکرم شیخ ریاض محمود صاحب قائد لاہور نے "کامیاب تنظیم" کے موضوع پر جامع تقریر کی ۔ قائد صاحب شاہدرہ نے اپنی مجلس کی رپورٹ پیش کی ۔ پھر محترم صدر مجلس اور مکرم قائد صاحب ضلع کے پیغامات سنائے گئے ۔ آخر میں محترم امیر صاحب نے بڑے مؤثر طور پر حاضرین کو قربانیوں میں بڑھنے، اپنے دلوں کو خدا تعالیٰ کے عشق سے منور کرنے اور خدمتِ دین کو اپنا شعار بنا لینے کی تلقین فرمائی ۔ عہد دہرانے اور دعا کے ساتھ اس کلاس کے خاتمہ کا اعلان کیا گیا ۔

(نامہ نگار)

جماعت کی چار دیواریں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"میری غرض انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کی تنظیم سے یہ ہے کہ عمارت کی چاروں دیواروں کو مکمل کر دوں ۔ ایک دیوار انصار اللہ ہیں دوسری دیوار خدام الاحمدیہ ہیں تیسری دیوار اطفال الاحمدیہ ہیں ۔ اور چوتھی دیوار لجنہ اماء اللہ ہیں ۔"

پس احباب جماعت عموماً اور عہدیداران جماعت خصوصاً اس طرف توجہ فرمائیں ـــــ تا **اطفال الاحمدیہ** کی دیوار ان کے ہاں قائم ہو جائے اور وہ چستی سے کام کرے ۔ تا آپ کی جماعت ترقی کی دوڑ میں دوسروں سے پیچھے نہ رہ جائے ۔

نوٹ :- پاکستان میں احمدی جماعتیں ایک ہزار کے قریب ہیں مگر صرف ۲۵ مجالس اطفال الاحمدیہ کی طرف سے رپورٹیں باقاعدگی سے آتی ہیں ۔

(مہتمم اطفال مرکزیہ)

احمدی بچوں اور بچیوں کا دل پسند ماہنامہ
تشحیذ الاذہان ربوہ
یہ رسالہ ابتداءً ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے ۱۹۰۶ء میں جاری فرمایا تھا۔ اور اب یہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیرِ نگرانی احمدی بچوں اور بچیوں کیلئے ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے اور دن بدن مقبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔
تشحیذ الاذہان میں آپ کیا پائینگے؟
قرآن پاک اور احادیث میں سے پیارے پیارے پرحکمت کلمات
حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کے رُوح پرور ملفوظات
بزرگوں اور دیگر بڑی شخصیتوں کے زرّیں اقوال
اسلام اور احمدیت سے واقفیت پیدا کرنے والے عمدہ مضامین
اچھی اچھی دلوں کو لبھانے والی نظمیں
بلند اخلاق پیدا کرنے والے مفید تربیتی مضامین
نصیحت آموز دلچسپ کہانیاں اور تاریخی واقعات
مفید و دلچسپ علمی و سائنسی معلومات
دماغی ورزشیں اور بے اختیار ہنسا دینے والے لطائف
اور ان سب کے علاوہ دیگر بہت سے مفید اور بے حد دلچسپ کالم!
سال بھر کے رسالوں کی کل قیمت صرف پانچ روپے
جملہ خط و کتابت بنام
مینجر رسالہ "تشحیذ الاذہان" - ربوہ!